ہو الناصر

سرگذشتِ فتنۂ ارتداد

مُصنّفہ

محمد شفیع اسلم

امیر المجاہدین علاقہ فرخ آباد

مطبوعہ کریمی پریس لاہور نزد کوتوالی قدیم باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر

تشکّر

مَیں اپنے مکرم دوست جناب ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کا
تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہُوں، کہ آپ نے کتاب ھٰذا کے
جملہ حقُوق مجھے عطا فرما دیئے ہیں۔

تنبیہ

اندرعام اعلان کرتا ہُوں کہ اس کتاب کے کُل یا جزو کی طباعت کا قصد
کرکے بجائے فائدہ کے نقصان نہ اُٹھاویں۔ بلکہ جس قدر کتب ہیا
مطلُوب ہوں پتہ ذیل سے منگالیں۔

خاکسار مرزا محمد شفیع عمدۃ الحکما

کتاب ملنے کا پتہ

مسلم برادرز ایجنسی کناری بازار۔ لاہور

یا

کتبخانہ حامی الصحت چھتہ بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

ناظرین!

اس کتاب کو بہت سی محنت اور جد و جہد سے لکھا گیا ہے۔ واقعات اور حالات یا تو چشم دید ہیں، یا معتبر ذرائع سے جمع کئے گئے ہیں۔ کوئی بات غلط یا مبالغہ آمیز نہیں۔ کتاب کے پہلے چند عنوان لکھنے کے لئے کئی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔ جن میں سے تاریخ چھتریاں، تاریخ راجستان، تاریخ فرخ آباد، منوسمرتی، یجروید، وغیرہ اور بعض دیگر رسائل خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

اس کتاب کے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ ملکانہ قوم اپنی اصلیت سے واقف ہو جائے، تعلیم حاصل کرے، اور آریوں کے مکر و فریب سے بچے۔

دوسرے یہ کہ آریوں کے مکر و فریب، جور و جفا، ناجائز اور خطرناک طریقے جو بھولے بھالے مسلم ملکانہ راجپوتوں کو شدھ کرنے کے لئے استعمال کئے گئے دنیا پر یکجائی طور سے ظاہر ہو جائیں۔ تیسرے احمدیہ جماعت کی اولوالعزمی اور آریوں

کی شکست عیاں ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ امام جماعت احمدیہ کے فہم و فراست، روحانی طاقت، نظم و نسق کی قابلیت کا علم ہو جائے۔ چوتھے احمدی مجاہدین کے کارہائے نمایاں کا پتہ چلے۔ اور آئندہ نسلیں اس سے فائدہ اٹھائیں۔ پانچویں، عام مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام آجکل کن مصائب میں گرفتار ہے۔ مسلمانوں کی حالت کہاں تک ابتر ہو چکی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھیں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اور اپنے مولا کو راضی کریں۔

الغرض یہ کتاب میدان ارتداد کا فوٹو ہے جس شخص کو یہ کتاب دیکھنے کا موقع ملے۔ نہایت غور و خوض سے مطالعہ کرے۔ اور اگر کچھ فائدہ پہنچے تو خاکسار کو دعائے خیر سے یاد رکھے۔

خاکسار

محمد شفیع اسلم امیر مجاہدین

علاقہ فرخ آباد

پہلی منزل

بہادر راجپوت اور اسلام

آج کل عام طور پر دشمنانِ اسلام یہ اعتراض بہت زور شور سے ملک میں پھیلا رہے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے جبراً ہندوستان میں ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ اور تلوار کے زور سے ہندو اقوام کو دائرہ اسلام میں داخل کیا مگر یہ اعتراض جس قدر مشہور ہے، اسی قدر غلط ہے۔ اور اس کا ثبوت اگر ملتا ہے تو صرف ہندو دماغوں میں۔ اور بس۔

اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا جاتا تو مسلمانوں کی تعداد صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں پائی جاتی۔ جہاں پر اسلامی تلوار صدیوں جاہ و جلال کے ساتھ چمکتی رہی۔ مگر تعجب ہے کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۱۴ فی صدی ہے۔ اور پنجاب و بنگال میں ۵۵ اور ۶۰ فی صدی۔ پھر اگر اسلام زبردستی اور حکومت کے دباؤ سے پھیلایا جاتا۔ تو سب سے پہلے بنئے مسلمان ہوتے جو فطرتاً ڈرپوک و بزدل ہوتے ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ یہ دھوتی پوش قوم تو جبر سے مسلمان نہ ہوئی۔ مگر بہادر راجپوت، معزز برہمن اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر اگر اسلام جبراً پھیلایا جاتا تو کیا وجہ ہے کہ مغلیہ حکومت کے خاتمہ پر تو مسلمانوں کی تعداد اڑھائی کروڑ تھی۔ مگر آج ساڑھے سات کروڑ کی آبادی ہے۔ کیا بعد

میں انگریز مسلمانوں کی طرف سے تلوار چلاتے رہے ہیں۔ جو ۵ کروڑ ہندو اپنے آبائی مذہب کو خیرباد کہہ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کیا اب حکومت برطانیہ اسلام کی طرف سے تلوار چلا رہی ہے۔ جو مسلم آبادی سُرعت سے بڑھ رہی ہے اور ہندو کم ہو رہے ہیں۔ (دیکھو رپورٹ مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء)

پس یہ خیال بالکل بیہودہ اور سراسر غلط ہے جس شخص نے راجپوت قوم کی تاریخ پر سرسری نظر بھی ڈالی ہو گی وہ ہرگز گمان نہیں کر سکتا۔ کہ اس قوم کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے۔ بہادر راجپوت زبردستی مسلمان نہیں بنائے جا سکتے تھے۔ یہ لوگ ملک کی خاطر اپنی جان پر کھیل گئے ہیں۔ مگر کسی سے دبے نہیں۔ پھر کون تھا جو زبردستی ان کا دھرم چھین سکتا۔

افسوس ہے کہ ہندو قوم کس قدر احسان فراموشی سے کام لے رہی ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے اس پر انعامات و احسانات کی ایسی بارش برسائی ہے کہ یہ تا قیامت اُن کے شکریے سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ ہزاروں مندروں کے ساتھ معافیات لگا دیں۔ قابل ہندوؤں کو جلیل القدر عہدوں پر ممتاز کیا۔ یہاں تک کہ بعض کو قلمدان وزارت تک دے دیا۔ اور اپنی محبت کا ثبوت دینے کے لیئے دنیاوی رشتہ داری بھی قایم کی۔ اور بیسیوں راجاؤں کی خواہشات کو پورا کر کے ان کی لڑکیوں سے شادی کی۔ اور پھر ان کے متعلقین کو مالا مال کر دیا۔ بڑے بڑے علاقوں کے حاکم بنا دیا۔ وغیرہ۔ مگر ہندو لوگ نہایت بے انصافی سے عنایات خسروی پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ اور الٹا اپنے محسنوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم سچ کہتے ہیں۔ کہ مسلمان بادشاہوں پر زبردستی کا الزام لگانا پرلے درجے کی بددیانتی ہے۔ ہندوؤں کو اُن آریہ قوموں کی طرف دیکھنا چاہیئے جو

شروع شروع میں ہندوستان میں داخل ہوئیں۔ اور یہاں کے اصلی باشندوں کو زیر کرکے اپنی غلامی میں داخل کرلیا۔ ہر طرح کی خدمات اُن سے لی گئیں۔ اور چنڈال، شودر، وغیرہ نفرت آمیز نام ان کے رکھے گئے۔ اور اُن لوگوں کو ہر قسم کی ترقی سے روکا گیا۔ اگر مسلمان بادشاہ بھی مفتوحہ اقوام سے یہی سلوک کرتے تو آج ہندو اس تعداد میں نظر نہ آتے۔ اور نہ ان کی ایسی آسودہ حالت ہوتی۔ مگر مسلمان بادشاہوں نے اسلام کی پاکیزہ اور بے عیب تعلیم پر عمل کیا۔ اور ہندوؤں کو ہر قسم کی عزت دی۔

مسلمان بادشاہوں کو تو ملک گیری سے ہی چھٹکارا نہ ملتا تھا۔ پھر اشاعت اسلام کی طرف ان کا خیال ہوتا تو کیسے ہوتا۔ دیکھئے ملٹ صاحب بہادر لکھتے ہیں:۔

"لیکن وہ خیال جو ایک انسان کو دوسرے انسان کی روحانی آسائش کے واسطے ہوتا ہے۔ جسکی وجہ میں ہر مذہب کا سچا داعی اہم کام کر گذرتا ہے۔ اور جس سے اسلام کو بڑی بڑی کامیابیاں ہوئیں۔ ان مسلمان بادشاہوں کے دل میں نہ تھا۔ خلجی۔ تغلق۔ لودھی۔ مغلیہ سب لڑائی میں سرگرم رہے۔ اور اسلام کی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ اسلام کے چرچا کرنے میں نہیں بلکہ خراج وصول کرنے میں مصروف رہے۔"

پس اسلام کی خوبیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مسلمان بادشاہوں پر الزام دہرنا درست نہیں۔ امید ہے ناظرین پر اس اعتراض کی حقیقت کھل گئی ہوگی۔ اب یہ سوال رہ جاتا ہے۔ کہ پھر کس طرح اور کن کن اقوام میں اسلام پھیلا۔ لیجئے اس کا جواب ہم آپ کو دیتے ہیں۔

ہندوستان میں دو قسم کی قومیں اسلام میں داخل ہوئیں۔ اول معزز اقوام جیسے برہمن اور راجپوت۔ دوم نیچ اقوام یعنی شودر وغیرہ۔

نیچ اقوام مدت سے آریہ لوگوں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھیں۔ کوئی برا سلوک نہ تھا جو اُن سے نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کو حد درجے کا ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ اور اُن سے بکلی چھوت یعنی بائیکاٹ جاری تھی۔ تعلیم کا حاصل کرنا اُن کے لئے سنگین جرم تھا۔ مال و دولت یہ جمع نہیں کر سکتے تھے۔

غرض ہر قسم کی ترقیوں سے روکا جاتا - اور ہر پہلو سے دبایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دیا کہ ان لوگوں کو پرمیشور نے ہماری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر جب اسلام ہندوستان میں آیا تو ان غریبوں کو معلوم ہوا۔ کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب بھی ہے۔ جو خدا کے سب بندوں کو برابر سمجھتا ہے۔ اور آپس میں بھائی بھائی بنا دیتا ہے۔ اندھے کو کیا چاہیئے دو نین۔ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہونا شروع کیا۔ اور سچے دل سے اسلام کے شیدائی ہو گئے

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ صاحب لکھتے ہیں۔

"اسلام جب بنگال میں پہنچا۔ تو نیچی ذات والی قوموں نے اور وہاں کے اصلی باشندوں نے جو ہندوؤں کے مذہب سے خارج تصور کئے جاتے تھے اور اپنے مغرور آریہ سرداروں کے ہاتھوں طرح طرح کی ذلتیں اور تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ اسلام کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ان افلاس زدہ لوگوں کے نزدیک جن میں اکثر شکاری اور نیچ اقوام کے کاشتکار تھے۔ اسلام ایک اوتار تھا۔ جو اُن کی رہائی کیلئے اترا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس کے سکھانے والے پُرجوش اور باخدا بزرگ ہیں۔ جو ایسی مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ جن کا کوئی خبر گیر

اور معاون نہیں۔ بلکہ ہر شخص اس کی تذلیل کے درپے ہے۔ یہ خدا ترس بزرگ ان کو بتاتے آئے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور سب انسان آپس میں برابر ہیں۔ یہ خیال کر کے وہ فوراً مسلمان ہو جاتے تھے۔؛

پس معلوم ہوا کہ نیچ اقوام ہندو ازم کی تنگدلی اور جور و جفا کو دیکھ کر اور اسلام کی خوبیوں کا مطالعہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوئی ہیں۔ نہ کہ زبردستی۔ باقی رہا زبردست اور معزز اقوام سو وہ مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق کی گرویدہ ہو کر اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان لوگوں کو ملازمت یا کاشتکاری کے سبب مسلمان حکام سے اکثر ملاقات کا موقع ملتا رہتا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اخلاق۔ محبت و سلوک، امانت و دیانت، راستی و شیریں کلامی، عصمت و عفت دیکھتے تھے۔ اور دل ہی دل میں اسلام پر فریفتہ ہو جاتے تھے۔ مسلمانوں کی صحبتوں میں شریک ہوتے تھے۔ اور ان کی علم ادب کی کتابیں پڑھتے تھے۔ اور برضا و رغبت اسلام قبول کر لیتے تھے۔

مگر سب سے بڑی وجہ ہندوؤں میں اسلام پھیلنے کی وہ بزرگان دین ہیں۔ جو ہندوستان میں باہر سے آئے۔ یا یہیں پیدا ہوئے۔ بلا شبہ ان مقدس ہستیوں نے اپنی عمریں اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ جنگلوں اور ریگستانوں میں ڈیرے لگا دیئے۔ دریاؤں اور ندیوں پہ دھونی رما بیٹھے ان با خدا اور پاک لوگوں نے ہندوؤں کو وہ وہ کرامتیں اور معجزات دکھائے اور اسلام کی خوبیوں کو ایسا چمکا دیا۔ کہ فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا، کا نظارہ قائم ہو گیا۔

ان راستبازوں اور پوتر انسانوں نے ہندوؤں کے دلوں کی غلاظت کو دور کر کے اُن کو اس قدر مصفےٰ کر دیا کہ پروانے کی طرح یہ لوگ اسلام پر گرنے لگے۔ اور اپنے سروں کو ان اولیاء اللہ کے چرنوں پر رکھ دیا اور اپنی عقیدت کو اس قدر نبھایا کہ آج بے شمار ہندو ان بزرگوں کے مزاروں پر سر جھکانا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ اور ہر سال اُن کے عرسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ قبروں پر دعائیں مانگتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں ماتھے رگڑتے ہیں۔

پس ہمارے مخالفوں کو معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ اسلام اپنی روحانی طاقت سے پھیلا ہے نہ کہ زبردستی۔

اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ بہادر راجپوت کس طرح اور کب مسلمان ہوئے اُن کے کون کون سے خاندان اسلام میں داخل ہوئے۔

راجپوتوں کی بڑی اور مشہور دو شاخیں ہیں۔ ایک سورج بنسی دوسری چندر بنسی۔ سورج بنسی خاندان کا مورث اعلیٰ بیوست منو ہے۔ اس کے معنی سورج کا بیٹا ہے۔ اسی لئے اس خاندان کو سورج بنسی کہتے ہیں۔ منو کا لڑکا اکشواکو تھا۔ جس نے اجدھیا کو آباد کیا تھا اور اکشواکو کے ۵۵ پشت نیچے رامچندر جی مہاراج ہوئے ہیں۔ اور سری رامچندر جی سے تینتیس ۳۳ پشت نیچے ایک راجہ سالباہن ہوئے ہیں۔ اس کا اور بکرماجیت کا زمانہ ایک ہے۔ ان دونوں کی آپس میں لڑائی بھی ہوئی تھی۔ جس میں راجہ سالباہن فتحیاب رہا۔ اور تمام ہندوستان کا چکرورتی راجہ بن بیٹھا۔

٭ راجہ پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں فوت ہوا یہ شہر اسی کے نام پر آباد ہے۔

راجہ سالباہن کے ۸۱ ورجے نیچے پیڑھی میں ایک راجہ تلوک چند

ہوا ہے جو بہت بہادر تھا۔ یہ راجہ راجپوتوں کے بہت سے خاندانوں کا مورث اعلیٰ ہے۔ ۱۴۷۸ء میں یہ راجہ سلطان جونپور سے بھی جا بھڑا۔ مگر ملیح آباد کے پٹھانوں نے اس کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ تلوک چند کا بیٹا رائے برار بھی بہت بہادر راجہ گذرا ہے۔ بادشاہ دہلی کی طرف سے رائے برار اور اس کی اولاد کو بھالے سلطان کا خطاب ملا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ بہت بہادر تھے اور ہر وقت بھالے باندھے رکھتے تھے۔

رائے برار کے چار لڑکے تھے جن میں ایک برم دیو سنگھ تھا۔ برم دیو سنگھ کا بیٹا راجہ پال سنگھ بہت بہادر راجپوت ہو گذرا ہے۔ یہی وہ پال سنگھ ہے جو مسلمان ہو کر پال خاں کہلایا۔ یہ نیک بخت اور بہادر راجہ شیر شاہ سوری کے زمانے میں مسلمان ہوا ہے۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے۔

شجرہ

رامچندر جی
تیس پشت نیچے
راجہ سالباہن
اکتالیس پشت نیچے
راجہ تلوک چند
رائے ابا
رائے برار
ایک دویج سنگھ
کنور سنگھ
راج سنگھ
برم دیو سنگھ
راجہ پال سنگھ نو مسلم
پال خاں
رائے گور
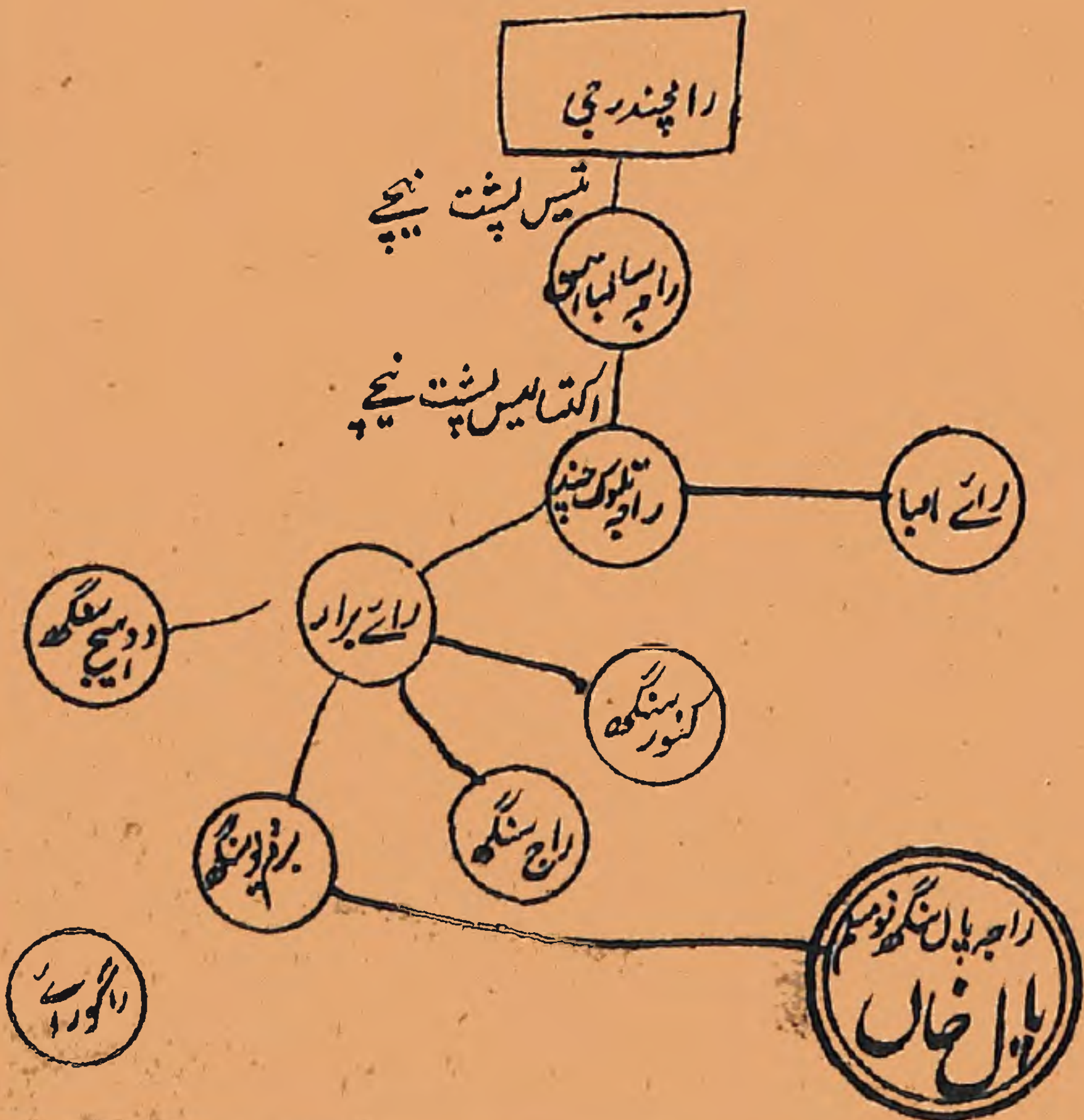
سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے علاوہ اگنی کل کے راجپوت بھی ہیں ان کا قصہ بھی عجیب ہے۔ جو ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کر دیتے ہیں۔

کہتے ہیں زمانہ سلف میں برہمنوں کے گرد کوہ کیلاس پر تپسیا (عبادت) کیا کرتے تھے۔ مگر دشٹ اور شیطان لوگ اُن کی عبادت میں خلل ڈال دیا کرتے تھے۔ اور بہت تنگ کرتے تھے۔ اس لئے ان پوجاریوں نے آگ روشن کی۔ اور مہادیو سے دعا مانگی کہ ہماری امداد کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس چشمہ آتش سے ایک شکل انسان نمودار ہوئی۔ مگر اس کا چہرہ جنگی نہ تھا۔ برہمنوں نے اس کو پرہار کہہ کر پکارا۔ پھر ایک اور انسانی شکل پیدا ہوئی۔ اس کو چالک کے نام سے پکارا گیا۔ پھر تیسری شکل اگنی کنڈ سے ظاہر ہوئی۔ اس کا نام پنوار رکھا۔ پھر ایک چوتھی شکل انسان نکلی۔ جو بلند قامت۔ سینہ فراخ۔ بال سیاہ فام۔ بلند پیشانی چہرہ غضبناک سلاح سے مسلح۔ تیر کمان ہاتھ میں۔ برہمنوں نے اس کا نام چوہان رکھا۔ اور اُن کو چنڈالوں اور شیطانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ چوہانوں نے ان کو مار مار کر بھگا دیا اور برہمن آرام سے تپسیا کرنے لگے۔

غرض یہ نسلیں پرہار۔ چالک۔ پنوار۔ چوہان، اگنی کل سے کہلاتی ہیں۔ چوہان راجپوتوں میں بڑے بڑے راجہ ہو گئے ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے اپنے زمانۂ حکومت میں ہی اسلام قبول کیا۔ چوہانوں کے اسلام لانے کا اور بھائے سلطانوں کے مسلمان ہونے کا ایک زمانہ ہے۔

تعجب ہے کہ ایسی قوم جو بہت بہادر اور شجاع ہے۔ اور صرف اس لئے پیدا کی گئی ہے۔ کہ شیطانوں اور چنڈالوں کو سزا دے۔ وہ خود نہ دیتی

تلوار کے ڈر سے کس طرح مسلمان ہوگئی۔

ان کے علاوہ اور بہت سی راجپوت شاخوں میں بھی مسلمان ہوئے راجپوتان رگوروں میں سے راجہ امراؤ سنگھ کا بیٹا مسلمان ہوکر بہرام بخش کہلایا۔ راجپوتان بھٹی میں سے جو چندر بنسی خاندان سے ہیں۔ وہ بڑا مسلمان ہوئے۔ اُن کے علاوہ گھر دار۔ گوتم۔ جگبوتی۔ خانزادے۔ بسین۔ بیٹھیلے۔ ہنڈر کیا۔ جادو۔ غرض راجپوتوں کے ہر خاندان سے کوئی نہ کوئی شاخ مسلمان ہوگئی ہے۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

اس مختصر سی تاریخ سے ناظرین کو کم از کم اتنا پتہ ضرور لگ گیا ہوگا۔ کہ اسلام لانے والے بڑے بڑے زبردست راجہ تھے۔ نہ کہ ادنیٰ لوگ، پس راجپوت قوم کی نسبت یہ کہنا۔ کہ اس کو بادشاہوں نے جبرًا مسلمان بنالیا۔ بہادر راجپوتوں کی ہتک کرنا ہے۔

مُلکانہ راجپُوت

چونکہ راجپوت کسی باقاعدہ نظام کے ماتحت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور نہ ہی شاہی اثر سے اسلام لائے تھے۔ اس لئے اُنکی تعلیم و تربیت کی طرف کسی نے خیال نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ اسلام سے بالکل بے خبر ہوگئے۔ یہاں تک کہ اب ان میں سے اکثر اسلام کے موٹے موٹے اصُولوں سے بھی نا آشنا ہیں۔ اگر اُن کے موجودہ طرز معاشرت عادات، و اطوار، شکل و لباس، رسم و رواج کے متعلق مفصل لکھا جائے تو ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت پڑے۔ لیکن چونکہ ہم اس وقت اُنکی مذہبی تصویر دکھا کر ایک خاص پہلو پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے متذکرہ بالا

باتوں کو اختصار سے ہی بیان کیا جاتا ہے

یوں تو یہ راجپوت پنجاب اور راجپوتانہ کے ہر حصہ میں آباد ہیں۔ مگر جن کا ذکر ہم کرنا چاہتے ہیں یعنی "ملکانہ بھیّا" وہ زیادہ تر آگرہ۔ متھرا۔ بھرت پور۔ مین پوری۔ فرخ آباد۔ ایٹہ۔ اٹاوہ۔ ہردوئی۔ بدایوں۔ وغیرہ اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی باہمی ناطہ داریاں زنجیر کی کڑیوں کی طرح پیوستہ ہوتی ہوئیں ان تمام اضلاع میں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ چار لاکھ کے قریب ہونگے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زاید نہیں۔ اور بعض صرف چند ہزار بتلاتے ہیں۔ لیکن ہمارے اندازے کے مطابق ان کی آبادی دو لاکھ کے قریب ضرور ہے۔

اس سوال کا جواب کہ ان راجپوتوں کو اب ملکانہ کیوں کہا جاتا ہے ذرا مشکل ہے کیونکہ ہر ایک نے اپنی اپنی عقل کے مطابق کچھ نہ کچھ کہہ ڈالا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ لفظ ملک بمعنی بادشاہ سے نکلا ہوا ہے۔ پنجاب میں اب بھی بعض راجپوتوں کو ملک کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ بادشاہوں کے زمانہ میں مسلمان ہوئے اس لئے ملکانہ کہلائے۔ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ انکے مورث اعلیٰ کو بھالے **سلطان** کا خطاب بھی ملا تھا۔ سلطان بھی ملک کو کہتے ہیں۔

ان کی دینی و دنیاوی زندگی چونکہ یہ لوگ ہندوؤں سے ہی نکل کر آئے تھے اور اب ہندو آبادی سے ہی گھرے ہوئے ہیں۔ ہندوؤں سے ہی لین دین اور میل جول ہے۔ ہندو رسم و رواج میں ہی پرورش پاتے ہیں۔ اور اسلام کو بالکل بھلا بیٹھے ہیں۔ اس لئے ہندوؤں کا اُن کی دینی

و دنیاوی زندگی پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اور یہاں تک ہندوؤں کے خیالات
میں رنگین ہو چکے ہیں۔ کہ اگر ایک طرف عید کی خوشی مناتے ہیں۔ تو
رام لیلا، دیوالی میں بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی اللہ کا نام لیتے ہیں
تو دیوی، دیوتا، ہنومان جی کی پوجا بھی کر لیتے ہیں۔ اور اگر نکاح پر کسی قاضی
کو بلاتے ہیں۔ تو پنڈت جی کو بھی مدعو کرتے ہیں۔ اور بہت ہیں جو سروں پر
چوٹیاں رکھتے ہیں۔ اکثر کے نام ہندوانہ ہیں۔ مثلاً گوپی۔ لکھمی۔ ٹیکارام وغیرہ
بعض کے نام ہندوانہ ہوتے ہیں مگر آگے لفظ خاں لگا دیتے ہیں۔ اور سمجھتے
ہیں کہ یہی لفظ اسلامی نام کی علامت ہے۔ مثلاً ہمنت خاں۔ پتو خاں۔
جگت خاں وغیرہ۔

یہ لوگ بالکل ہندوؤں کی مانند باورچی خانے کو لیپتے ہیں۔ اسی طرح
برتنوں کو ور گرتے ہیں۔ چھوت چھات میں مبتلا ہیں۔ بعض ملاقات کے
وقت آپس میں سلام کی بجائے رام، رام کہہ لیتے ہیں۔ غرض اس قدر
ہندوؤں میں محو ہو گئے ہیں۔ کہ بعض مخالفین اسلام ان کو مسلمان ہی نہیں
سمجھتے۔ حالانکہ یہ خود اپنے اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ بعض نماز پڑھتے
ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ مردے کو دفن کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد فاتحہ دلواتے
ہیں۔ مولود کرواتے ہیں۔ اسلامی تہوار مناتے ہیں۔ ختنہ کرواتے ہیں۔

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے کوئی متعصب انسان ہی ہوگا۔ جو انکو
عام مسلمانوں سے نہ سمجھتا ہو۔ ہاں یہ درست ہے کہ مولوی صاحبان کی بے
توجہی اور عام مسلمانوں کی خود غرضی کے سبب وہ اسلام سے واقفیت نہیں
رکھتے اور مسلمان کہلا کر اسلام سے دور ہیں۔

اس قوم کی مالی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ بہت ہیں جن کو گیہوں کی

روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ بہت ہیں جن کو ایک وقت کھانا ملتا ہے۔ بہت ہیں جن بیچاروں کو کئی فاقے گذر جاتے ہیں۔ پھر بہت ہیں جن کے تن پر کپڑا نظر نہیں آتا۔ اور کم ہیں جو دونوں وقت آرام سے روٹی کھاتے ہیں۔ پھر ایسے تو چند ہی ہونگے جن کو فارغ البال کہا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ اپنے رہنے کے لئے صرف جھونپڑا بنانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ جس کو یہ چوپال بولتے ہیں۔ سارا گاؤں جھونپڑوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ خاکسار نے اس قوم کے سینکڑوں مواضعات دیکھے ہونگے۔ صرف چند دیہاتوں میں کوئی کوئی پختہ مکان نظر آیا ہے۔

ان لوگوں کو سود لینے دینے کی اس قدر خطرناک مرض لگ چکی ہے کہ الاماں۔ اکثر لوگ بنئے مہاجنوں کے پھندوں میں گرفتار ہو کر بالکل تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ جائدادیں نیلام ہو گئی ہیں۔ مکان قرق ہو گئے ہیں۔ غریب سے غریب ملکانے پر بھی ہزار پانسو روپے کا قرضہ ہو گا۔ جو کماتے ہیں ہندوؤں کے پلّے میں ڈال آتے ہیں۔ اور خود بھوکے مرتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں میں تعلیم عنقا ہو چکی ہے اس لئے اپنے نفع و نقصان کو وسیع نظری سے نہیں دیکھ سکتے۔ اپنے آباؤ اجداد کی روایات و حکایات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اس لئے آریہ لوگ ان کو بہکانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہندو لوگ ان کو ہڑپ کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ خوشی سے قرضہ دیتے ہیں اور ہر طرح اپنا دباؤ رکھتے ہیں۔ کسی طرح ابھرنے نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ ملکانہ قوم میں اب وہ پہلی سی بہادری، شجاعت، غیرت، حمیّت نہیں رہی۔ اگر کچھ آبائی خوبیاں موجود بھی تھیں۔ تو آریوں نے لالچ کے دلفریب منظر دکھا کر ان کو بالکل مفقود کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

اس قوم پر رحم کرے۔ اور اُن کو اسلام سے بہرہ ور کرے۔ اور اُن کے پہلے جوہر پھر نمایاں ہو جائیں۔ آمین۔

فتنۂ ارتداد

ملکانہ قوم پر غنیم کی چڑہائی

اور اُس کے اسباب

جب آریوں نے دیکھا کہ ملکانہ مسلم راجپوت سیلاب افلاس میں بہ چکے ہیں۔ اور کوڑی کوڑی کے محتاج ہو کر ہندو قوم کے پنجے میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اسلام کو بالکل بھلا بیٹھے ہیں اپنے نفع و نقصان کو مطلقاً نہیں سمجھ سکتے۔ تو نہایت احتیاط سے خفیہ خفیہ اپنا دام تزویر پھیلانا شروع کیا۔ روپے کا لالچ دیا۔ قرضے اتارنے کی تسلیاں دیں۔ برادری میں ملانے کے بہانے بنائے۔ بے روزگاروں کو نوکریوں کی امیدیں دلائیں۔ راجے مہاراجوں سے ہاتھ ملوائے۔ جھوٹے سادہو بن کر اڈہ ڈالا۔ ہارمونیم باجے کے ساتھ دلکش اور سُریلے بھجن سنائے۔ اسلام سے نفرت دلائی اور اس کی ہر خوبی کو بدنما صورت میں دکھایا۔ اور اپنے دہرم کی ہر ایک بدی کو من موہنی صورت میں پیش کیا۔ غرض ہزار حیلوں بہانوں سے ان غریبوں کو ارتداد پر تیار کیا جب دیکھا کہ اب کچھ کامیابی ہو جائے گی۔ تو روپے کی فکر پڑی۔ اخباروں میں قوم سے اپیل کی۔ عجب رنگا رنگ کے مضامین سے ہندوؤں کو چندہ پر تیار کیا۔ بہت سبز باغ دکھائے تب جا کر کہیں روپے کی آمد شروع ہوئی

بہت جلدی لاکھوں روپیہ جمع ہو گیا۔ اور آریہ قوم کا بچہ بچہ شدھی کے راگ گانے لگا۔ سب کے سب غریب ملکانوں کو شدھ کرنے کی فکر میں گھلنے لگے۔ علاقہ ارتداد کے مقامی آریوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر اس مذہبی جنگ میں حصہ لیا۔ چٹھی رساں، پٹواری، مدرس، ڈاک منشی۔ گاؤں کے چوکیدار، نمبردار، قانونگو۔ تھانیدار۔ زمیندار۔ دوکاندار۔ غرضیکہ ہر ایک آریہ اپنی اپنی طاقت کے مطابق اور اپنے اپنے اثر سے کام لیکر بھولے اور بے خبر مسلمانوں کو مرتد کرنے میں مصروف ہو گیا۔ آریہ پورے زور سے بیکس ملکانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہندو قوم میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جوش کی لہر پیدا ہو گئی۔ اور تن من۔ دھن سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہو گئے۔ ہندو، جینی، سناتنی۔ آریہ سب کے سب مل گئے۔ اور اپنے اختلافی مسائل کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بعض تو بڑے بڑے خواب دیکھنے لگے۔ اخباروں میں علی الاعلان لکھ دیا۔ کہ ور مسلمانوں جاؤ ریگستان عرب کا راستہ پکڑو۔ اگر بھارت میں رہنا چاہتے ہو تو ہندو بن کر رہو۔ یہاں تک ہی بس نہیں کی۔ نشے کی ترنگ میں یہاں تک کہہ گئے کہ ہم مکہ و مدینہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ خاک بدہن چشم بد دور گویا چاند پر تھوکنا شروع کیا۔ غرض اس زور سے دشمن نے حملہ کیا کہ خدائی نوشتے پورے ہو گئے کیونکہ لکھا تھا کہ آخری زمانے میں شیطان کا آخری حملہ ہو گا۔

جب اخباروں کے ذریعہ سے یہ بھانڈا پھوٹا۔ تو خواب غفلت میں مست مسلمانوں کو خبر لگی۔ آنکھ ملتے ہوئے اٹھے معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آ پہنچا ہے۔ فوراً ادھر ادھر سے کچھ مسلمان جمع ہو کر۔ اچھنیرا ضلع آگرہ میں جا بیٹھے۔ اور مقابلہ شروع کیا۔ مگر شومئی تقدیر مسلمانوں نے اپنے باہمی اختلاف

کو میدان جنگ میں بھی نہ چھوڑا۔ اچھنیرا میں پہنچ کر سب سے پہلے آپس میں گتھم گتھی ہوئے ایک کہتا تھا کہ انجمن حمایت اسلام کے ماتحت یہاں کام ہونا چاہیئے۔ دوسرا کہتا تھا۔ نہیں صاحب جمعیۃ العلماء کی زیر نگرانی آریوں سے مقابلہ ہو۔ کوئی کہتا تھا اس کام کے لئے ایک مشترکہ نئی انجمن بنانا چاہیئے غرض آپس میں خوب کشمکش ہوئی۔ تو تو میں میں تک نوبت پہنچ گئی۔ آہ مسلمانوں کی غفلت۔ دشمن۔ دین محمدی پر حملہ آور ہے۔ توحید کے پرستاروں کو اپنے قوت مکر سے ارتداد کے غار میں دھکیل رہا ہے۔ قصر اسلام پر گولہ باری ہو رہی ہے۔ اور مسلمان آپس میں جوتا پیزار ہو رہے ہیں۔ ان قسمت کے واماندوں کے اپنے اندرونی جھگڑے ہی ختم ہونے میں نہیں آتے کس قدر قابل رحم حالت ہے۔

خیر مسلمانوں نے تھوڑا بہت مل کر یا علیحدہ علیحدہ کام شروع کیا۔ اور آریوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ مگر جنہیں گھر میں ہی پھوٹ ہے تو دشمن کا مقابلہ کیسا اور پھر اس کو شکست دینا ع

این خیال است و محال است و جنوں

والا معاملہ ہے۔

آریوں کے پاس دولت بے شمار۔ اور پھر آپس میں اتفاق و اتحاد ہمت و حوصلہ موجود۔ ہر قربانی کے لئے تیار۔ اپنے دھرم کے لئے بیقرار۔ اور مسلمانوں میں باہمی نفاق مال و دولت سے تہی دستی۔ قربانی و ایثار کا مادہ مفقود۔ اسلام کے سچے درد سے سینے خالی۔ خود غرضی۔ شہرت پسندی میں گرفتار سستی و غفلت سر پر سوار۔ پھر بھلا مقابلہ ہو تو کیسے ہو۔ اسی زبردست رو کو روکنے کے لئے ایک زبردست طاقت کی ضرورت تھی

ایک غیبی ہاتھ کی مدد درکار تھی۔ یعنی تائید یزدانی کی حاجت تھی۔ مگر کسی نے سچ کہا ہے۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ بے ہمتوں کا ساتھ خدا نہیں دیتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام مسلمانوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جتنی اُن کی طاقت تھی اتنا کیا۔ مگر دشمن چونکہ بہت زبردست تھا نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا

علاقہ ارتداد میں اس قدر گھمسان پڑ گیا کہ قلم احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتی۔ آہ کیا خونفشاں منظر تھے۔ جن کو دیکھ دل تڑپ اٹھتا۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے۔ آہ۔ اسلام کے نام لیوا۔ رسول عربی کا کلمہ پڑھنے والے۔ توحید کے پرستار۔ ارتداد کے تنگ و تاریک گڑھے میں مکرو فریب جور و جفا کے ہتھیاروں سے گرائے جاتے۔ اور مسلمان اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھتے۔ مگر کچھ نہ کر سکتے۔ دیکھکر چھاتی پھٹتی۔ طبیعت بیقرار ہوتی۔ دل شرم میں ڈوب جاتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی اپنی غلط کاریوں کا نتیجہ تھا۔

غرض گلزار محمدی میں لوٹ مچ گئی۔ چاروں طرف سے شدھی کی آوازیں آنے لگیں۔ ہر جگہ ارتداد کا چرچا ہونے لگا۔ جو اخبار اٹھا کر دیکھو یہی داستان جہاں سنو یہی کہانی۔ آج یہ گاؤں مرتد ہوا تو کل وہ۔ ایک گھر مرتد ہوا۔ تو دشمن نے اپنی جنگی پالیسی کے ماتحت دس گھروں کا اعلان کر دیا۔ دس گھر مرتد ہوئے تو سارے گاؤں کا اعلان کر دیا۔ ایک زور کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ اُدھر پنڈت لوگ گروہ کے گروہ پھرنے لگے۔ اُدھر مولوی صاحبان بھاگ دوڑ میں مصروف ہوئے۔

آہ۔ وہ دین جو محمد الرسول اللہ خلق کے سدھار کے لئے لائے۔ وہ دین جسکو صحابہ کرام نے اپنے خون سے تر و تازہ کیا۔ وہ دین جس پر بزرگان

سلف نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ جس کو صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ نے بڑی محنت سے پالا پوسا۔ آج مسلمانوں کی اپنی غفلتوں - اپنی بے پرواہیوں سے تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ یہ سانحۂ ہوش ربا۔ یہ واقعہ روح فرسا ہمیں کیوں دیکھنا پڑا۔ اسکے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

اسباب

(۱) ملکانہ قوم میں تعلیم بالکل نہ رہی۔ اس لئے یہ اپنے نفع و نقصان کو وسیع نظری سے سوچنے کے قابل نہ رہی۔

(۲) آریہ لوگوں نے ان کو یہ ذہن نشین کرا دیا۔ کہ مسلمان بادشاہوں نے زبردستی تمہارے آباؤ اجداد کو مسلمان بنایا تھا۔

(۳) ملکانہ قوم اسلام سے بالکل بے خبر ہو گئی۔

(۴) مالی حالت ناگفتہ بہ ہونے کے سبب یہ لوگ ہندوؤں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے۔

(۵) مسلمانوں کی غفلت کے سبب یہ لوگ اسلام سے متنفر ہو گئے مولویوں کی خود غرضی اور لاپرواہی کی وجہ سے ملکانہ قوم اسلام کا سبق بھول گئی اور ہندوؤں میں رنگین ہوتی گئی۔

(۶) آریوں نے زیادہ مکر و فریب سے کام لیا۔ اسلام پر جھوٹے اعتراضات بنا کر انکو متنفر کر دیا۔

(۷) آریوں نے ایک مدت پہلے سے خفیہ خفیہ ان کو شدھی پر تیار کیا۔

(۸) مقامی آریوں کی امداد سے آریوں کے کام میں بہت آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

دوسری منزل

شدھی اور ہندوازم

ہم اس بات پر اعتراض نہیں کرتے کہ کیوں ایک انسان اپنے مذہب کا پرچار کرتا ہے اور کیوں دوسرے کو اپنے مذہب میں جذب کر لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے مذہب کو سچائی کا منبع خیال کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دہرم کو باعث نجات سمجھتا ہے تو اس کا فرض ہے۔ کہ دوسروں کو اس کی طرف بلائے۔ لیکن اگر اس کا مذہب خواہ وہ سچّا ہی ہے۔ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسروں کو اس کی طرف بلایا جائے یا اس کا دہرم دوسرے لوگوں کے لئے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے۔ یا وہ مذہب اس بات کا اہل نہیں کہ غیر کو اپنے اندر جذب کر سکے۔ تو اس شخص کا کوئی حق نہیں کہ دنیا میں اس کی منادی کرے۔ اور لوگوں کو اس کا مژدہ سنائے۔ اور اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرے ایسی حالت میں وہ شخص گنہ گار ہو گا۔ اور اپنے مذہب کا تقصیروار ہو گا۔

ہندو کتب اور شدّھی

جب ہم اس خیال کو مدنظر رکھکر ہندو دھرم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں

کہیں شدھی کا نام دکھائی نہیں دیتا۔ ویدوں کو اٹھا کر دیکھ لو ایک منتر نہیں ملے گا۔ جس سے شدھی کا پتہ چلتا ہو۔ شاستروں اور پرانوں کی ورق گردانی کر جاؤ کہیں یہ لکھا ہوُا نہ پاؤ گے کہ غیر لوگوں کو ہندو بنا لو۔ ویدوں میں یہ تو ملے گا کہ دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو (یجروید ۱۳/۱۲) مگر یہ نہیں ملیگا کہ اُن کو شدھ کر لو۔ پھر یہ تو لکھا ہوُا پاؤ گے کہ دھرم کے مخالفوں کو شیر کے منہ میں ڈال دو۔ (یجروید ۱۵/۱۵) مگر یہ نہیں پاؤ گے کہ ان کو ویدک دھرم میں داخل کر لو۔ پھر یہ تو وید بھگوان کہتے ہیں۔ کہ مخالفوں کو پانی میں غرق کر دو۔ (یجروید ۵/۱) مگر یہ نہیں فرماتے کہ ان کو جینو پہنا دو۔ پھر یہ تو لکھا ہوُا ہے کہ مخالفوں کو حبس دوام کی سزا دے دو۔ (یجروید ۵-۲۵-۲۶/۱) مگر یہ نہیں کہ ان کو ہندو دھرم کی شرن میں لے لو۔ پھر آپ ویدوں میں یہ پرارتھنا (دعا) تو لکھی دیکھیں گے۔ ہے پرماتمن۔ . . . میں بدکردار یا دشمنوں کی ہلاکت کے لئے . . . . . آپ کو اپنے دل میں قایم کرتا ہوں۔ (یجروید ۱/۱) مگر یہ دعا کہیں نظر نہیں آئے گی۔ کہ اے ایشور ان ڈشٹوں اور چنڈالوں کو ہدایت دے اور ان کو ویدک دھرم پر قایم کر دے۔

پس وید نہ صرف شدھی کا دروازہ بند کرتے ہیں بلکہ غیر لوگوں کو بری طرح دھتکارتے ہیں۔ پھر ہم نہیں سمجھتے کہ آریہ لوگ شدھی کی تحریک میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔ منو کا دھرم شاستر ایک مشہور مقدس کتاب ہے۔ جسکو ہندو لوگ بہت پوتر اور مستند مانتے ہیں۔ پنڈت دیانند جی نے بھی اسے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس نے شدھی کو بالکل اڑا دیا ہے۔ منو جی نے نہ صرف بیرونی لوگوں کو ویدک دھرم میں آنے سے روک

دیا ہے ۔ بلکہ ہندو دھرم میں بھی مضبوط حدود قایم کردی ہیں۔ آریوں کی مجال نہیں کہ برہمنوں کو چھتری بنادیں۔ یا شودر کو برہمن کردیں منوجی نے ہرایک گروہ کا الگ الگ کام بتایا ہے ۔ برہمنوں کا پڑہنا پڑھانا چھتریوں کا لڑنا لڑانا ۔ دیش کا کھیتی باڑی اور شودروں کا خدمت کرنا منوجی کہتے ہیں کہ برہمن الشیوروں کے مکھ سے ہیں اور شودر پاؤں سے۔ (منوسمرتی ادہیاے ا۔ شلوک ۳۱-) پھر بھلا منہ اور پاؤں کیسے برابر ہو سکتے ہیں ۔ ہاں آج کل کے جنٹلمین نیوفیشن آریہ اگر منہ اور پاؤں کو ایک سمجھتے ہوں ۔ تو معلوم نہیں۔

کیا کوئی آریہ بابو اس کا جواب دے سکتا ہے کہ وہ کسی مسلمان یا عیسائی یا چمار کو شدہ کرکے کس گروہ میں شامل کرے گا ۔ برہمنوں میں یا شودروں میں اس کا جواب مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ۔ کیونکہ شودر تو کوئی کیوں بننے لگا ۔ باقی رہا تین درجے فطرتاً ہر ایک انسان فسٹ کلاس کو پسند کرتا ہے ۔ پس کیا آریہ مہاشہ شدھ شدہ چمار کو برہمن دیوتا کی پدوی دے سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ۔

برہمن اسکو ہرگز منظور نہیں کر سکتے اور آریہ اس پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتے کہ چمار کو برہمن بنادیں ۔ کیونکہ چمار شودر ہے ۔ اور منوجی نے شودر کے متعلق فرمایا ہے ۔ "شودر کے لئے ایک ہی کرم پربھو نے ٹھیرایا ہے یعنی صدق دل سے ان تینوں کی خدمت کرنا۔ (ادہیاے ا۔ شلوک ۹۱) پھر منوجی فرماتے ہیں "برہمن کے نام میں لفظ منگل یعنی خوشی ۔ چھتری کے نام میں بل یعنی طاقت ۔ دیش کے نام میں دہن یعنی دولت ۔ اور شودر کے نام میں نندیا یعنی تحقیر ۔ شامل کرنا چاہیئے ۔ (ادہیاے ۲ شلوک ۳۱)

اب کہو آریہ مترو۔ کیا کہتے ہو۔ شودر کو کس طور سے شدھ کر سکتے ہو۔ ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اپنی کتب مقدسہ کو بالائے طاق رکھ دو۔ اور اپنے تراشیدہ قواعد کی پابندی کرو۔ پھر شدّھی کا چرخہ چل سکتا ہے۔ مگر جب تک ویدوں شاستروں کو مانتے ہو شدھی کو ثابت کرنا محال ہے۔

مشاہدات اور شُدّھی

جب ایک چمار یا عیسائی بقول آریہ شدھ ہو گیا۔ تو اس کو فسٹ کلاس پلیٹ فارم پر جگہ ملنی چاہیئے۔ یعنی برہمن بن جانا چاہیئے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ برہمن تو کجا ہندو جاتی اس شدھ شدہ کو کسی درجہ میں شامل کرنے کو تیار نہیں مشاہدات ہمارے بیان کی زبردست تائید کر رہے ہیں۔ اور آریوں کے خیال خام کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک چمار کو شدھ کر کے ہندوؤں نے اس کو صحیح طور پر اپنے میں شامل کر کے بھائی بھائی بنا لیا ہو۔ یا اسے وہ حقوق دے دیئے ہوں۔ جو جنم کے ہندو کو ملتے ہیں۔ مگر افسوس آریہ لوگ اس پر پردہ ڈالنے کے ہزار بہانے کرتے ہیں۔ کبھی ہندوؤں کو پھسلاتے ہیں چکمے دیتے ہیں۔ اپنی ویدودانی جتلا کر قائل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر سب فضول میدان ارتداد میں بھی انہوں نے ایسا ہی کرنا چاہا۔ مگر ہندو ٹھاکران کے چھانسے میں نہ آئے۔ بلکہ موضع فرح ضلع متھرا میں اپنی ایک زبردست پنچایت کر کے شدھی پر ایک کاری ضرب لگائی۔ اور فیصلہ کر دیا کہ ہم شدھ شدہ کے ساتھ کھان پان ہرگز نہیں کر سکتے۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جو شخص کرے گا اس کو برادری سے خارج کر دیا جائیگا۔ برہمنوں نے بھی یہی فیصلہ اپنی پنچایت میں کیا۔ مگر اس پر بھی آریوں نے مکر و فریب کو نہ چھوڑا۔ جعلی ٹھاکر بنا کر یا

بعض اشخاص کو کرایہ پر لے جا کر غریب ملکانوں سے کھان پان کرا دیا۔ یا یوں ہی مشہور کر دیا کہ فلاں گاؤں کے ٹھاکروں نے کھان پان کر لیا تا کہ دیگر نو مسلم ملکانوں پر اثر ہو۔ آریوں کی ان حرکات پر خود اُن کے دل اندر سے عرق ندامت میں ڈوب رہے تھے۔ اور انسانی غیرت ماتم کر رہی تھی۔ لیکن آخر فریب فریب ہی ہوتا ہے۔ بہت جلد اس ڈھول کا پول ظاہر ہو گیا۔ اور ملکانہ قوم اس مکر سے واقف ہو گئی۔ سچ ہے مکر و فریب کی گاڑی بہت دیر تک نہیں چل سکتی۔

ان واقعات کے علاوہ ہندوستان کی وسیع سرزمین پر نظر ڈالنے سے بھی یہی نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ کون ہے جو کھلی آواز سے کہہ سکے۔ کہ فلاں چوہڑے کو شدھ کر کے ہندوؤں نے اپنا صحیح معنوں میں بھائی بنا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آریہ سماج میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کے اس ذلیل سلوک کے سبب پھر اپنے آبائی مذہب میں آجاتے ہیں۔ اور اس کو آریہ سماج خوب محسوس کر رہی ہے۔ پس یہ بالکل درست ہے کہ ہندو مذہب ہرگز دوسرے لوگوں کو اپنے اندر داخل نہیں کر سکتا۔

معزز ہندو صاجان اور شُدھی

اب ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہندو جاتی کے معززین شدھی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ تاکہ آریوں پر حجت تمام ہو جائے۔

۱۔ گروکل کانگڑی کے آریہ پروفیسر کیتو جی فرماتے ہیں۔

"آریہ سماج میں کتنی ہی پارٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں لڑائی کے شایق اور جھگڑالو ہیں۔ اس وقت جو شدھی کی جا رہی ہے وہ

بے ڈھنگی اور نا واجب ہے۔ (از آریہ پتر)

(۲) بھائی پرمانند جی آریہ سماج کے متعلق فرماتے ہیں۔

"میں اس وچار سے پورے طور پر متفق ہوں کہ جس طرح آج کل دوسروں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ زیادہ تر اسکو گرانے والی ہے۔ اس کے جیون میں کوئی اچھی تبدیلی نہیں ہوئی

(اخبار کیسری ۴ اجون ۱۹۲۴ء)

(۳) راجگوپال صاحب اچاریہ فرماتے ہیں۔

"کاش خدا ہمیں عقل زیادہ دیتا اور ہوس کم۔ ہم ہندو دہرم کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اپنی تازہ کوششوں سے یہ حال کر دیا کہ آج ہندو مذہب اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ گذشتہ چار سال میں ایسا کمزور نہیں ہوا تھا۔ اس وقت چند نفوس کو دکھانے کا ہندو بنانے کی کوشش کر کے ہم نے اپنی ان سابقہ فتوحات کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ظاہر میں ممکن ہے۔ کہ چند آدمی اپنی تعداد میں بڑھا رہے ہوں۔ مگر حقیقت میں ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ (وکیل ۳ مئی ۱۹۲۳ء)

(۴) متھرا سے ایک شخص پھول سنگھ اشتہار شایع کرتا ہے۔

"سناتن دہرم کو بچاؤ"

(۵) اور اس وقت کے مشہور لیڈر مسٹر گاندہی کا بھی شدھی کے متعلق یہی خیال ہے۔ کیونکہ وہ پکے سناتنی ہیں۔

(۶) ان کے علاوہ تمام برہمن شدھی کے خلاف ہیں۔ اور اس کو خلاف وید سمجھتے ہیں۔

شدھی اور تناسخ

اب ہم شدھی کے بیڑے کو بحر تناسخ کے بھنور میں پھنسا کر بالکل غرق کر دینا چاہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر تناسخ درست ہے تو شدھی یقیناً غلط ہے۔ شدھی اور تناسخ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اگر اس کو آپس میں ٹکرایا جاوے، تو ضرور شدھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ تناسخ کو اس وقت ہندوستان میں سب جانتے ہیں۔ کہ یہ کیسی بلا ہے جو انسان اپنی شامت اعمال سے ایک بار اس میں پھنس گیا۔ پھر نکل نہیں سکتا۔ ہمارے آریہ مہاشے اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ چرند۔ پرند۔ گدھے۔ گھوڑے۔ سانپ بچھو۔ درخت پودے۔ سب کے سب انسان کی بد اعمالی کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی اگر انسان کوئی برا فعل کرتا ہے تو ان کی جون میں چلا جاتا ہے۔ راجہ۔ فقیر۔ امیر و غریب۔ سب اپنے پچھلے جنم کے کرموں کے انوسار بنتے ہیں۔ اور ایسے ہی چنڈال اگر کوئی بنتا ہے تو پچھلے جنم کے اعمال کے سبب برہمن کا مرتبہ ملتا ہے۔ تو پچھلے جنم کے کاموں کی وجہ سے۔ اب ہم آریوں سے دریافت کرتے ہیں کہ جب شودر۔ درخت۔ گھوڑا۔ تینوں پچھلے جنم کے کرم کے نتائج میں یہ جسم اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ آپ شودر کو تو شدھ کر سکتے ہیں اور اس کی سزا کو جو ایشور نے اسے دی ہے، موقوف کر سکتے ہیں تو کیوں درخت اور گھوڑے کو شدھ کر کے انسان نہیں بناتے اور اگر نہیں بنا سکتے اور یقیناً نہیں بنا سکتے تو پھر کیونکر شودر شدھ ہو جاتا ہے۔ ذرا اس معمہ کو حل کرو۔ حیرت ہے کہ ایک درخت، گدھا، چنڈال تینوں اپنے

پچھلے جنم کی وجہ سے سزائیں گرفتار ہیں۔ مگر آریہ مہاشے چنڈال کو تو سزا سے بری کر دیتے ہیں۔ درخت اور گدھے کو نہیں کر سکتے۔ در اصل ہندو مذہب کی رو سے یہی درست ہے۔ کہ نہ شودر شدھ ہوکر اپنی سزا سے چھوٹ سکتا ہے۔ نہ درخت اور گدھا۔ کیا یہ آریوں کی اپنے پرمیشور پر زیادتی نہیں۔ کہ وہ تو ایک انسان کو اعمال کی سزا دیکر چنڈالوں کے گھر پیدا کر دیتا ہے مگر آریہ مہاشے اٹھتے ہیں اس کو فوراً سزا سے چھڑا کر شدھ کر لیتے ہیں۔ گویا پرمیشر سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور تعجب ہے۔ کہ ایشور جی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

آج اگر سرکار انگریزی کا کوئی قیدی چھڑاتے تو پتہ چل جاتا۔ اور اس گستاخی کا نتیجہ فوراً ملتا۔ پس آریہ دوستو تناسخ کو چھوڑو یا شدھی کو دونو کو ملا کر گذارہ نہیں کر سکتے۔

شُدھی اور آریہ سماج

جب ویدوں سے شدھی ناجائز ثابت ہوگئی۔ ہندو معززین اسے پسند نہیں کرتے واقعات اس کی تردید کرتے ہیں۔ تناسخ اس کو ٹھوکریں لگاتا ہے۔ تو پھر یہ شدھی کیسی۔ مگر آریہ سماج کرتی ہے۔ اس لئے ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ آریہ سماج شدھی کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔ شدھی کے معنی پاک صاف کرنا ہے۔ کپڑوں کی شدھی دھوبی کرتا ہے۔ جسم کی شدھی اشنان کرنے سے ہو جاتی ہے۔ مکان کی شدھی خاکروب کرتا ہے اب سوال ہوتا ہے۔ کہ پھر آریہ کس چیز کی شدھی کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ برہمن کی اور روح کی شدھی کرتے ہیں۔ مگر منوجی فرماتے ہیں۔

ودشریر اشنان کرنے سے من ست (سچائی) سے اور آتما (روح)

تپ اور ودیا سے شدھ ہوتے ہیں"

مطلب یہ ہے کہ جسم غسل کرنے سے من سچائی سے روح عبادت وعلم سے پاک صاف ہوتی ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ آریوں کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ شدھی مذہب کو تبدیل کرنے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ عبادت وعلم وسچائی سے ہوتی ہے۔ اور شدھی کے لئے زبانی راگ گانا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا، دیکھو کبیر جی فرماتے ہیں۔

مالا تیری کاٹھ کی دہاگے لئی پرو
من میں گھنڈی پاپ کی رام جپے کیا ہو

پس جب تک آریوں کے دلوں میں مکروفریب پنہاں ہے جیسا کہ علاقہ ارتداد میں بالکل ظاہر ہو چکا ہے۔ اس وقت تک یہ خود بھی شدھ نہیں۔ چہ جائیکہ دوسروں کو شدھ کریں۔ کیونکہ آریوں کے پاس کوئی مشین تو ہے ہی نہیں کہ آدمی کو پکڑ کر چھوا چھو کر کے ایک طرف سے پھینکا۔ اور دوسری طرف سے شدھ کر کے نکال لئے گئے۔

پس آریوں کی شدھی سیاسی غرض سے ہے دہرم سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ ہاں دہرم کی آڑ ضرور لی جاتی ہے۔ یہ ایک راز تھا جو اب آشکارا ہو چکا ہے۔

شُدھی اور شردھانند

دنیا میں بہت سے انسان ایسے بھی ہیں جو جیسا وقت دیکھتے ہیں۔ ویسے ہی بن جاتے ہیں۔ عربی میں ان کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ایسے لوگ اپنے تئیں بہت ہوشیار و چالاک سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہی اچھا فعل ہے۔ مگر دانشمند اور مہذب دنیا ان کو بری نگاہوں سے ہی دیکھتی ہے۔

ایسے لوگوں میں سے ایک شخص لالہ منشی رام جی بھی ہیں۔ آپ ضلع جالندھر کے باشندے ہیں۔ آپ کی طبیعت کچھ ایسی واقعہ ہوئی ہے۔ کہ جس طرف کو ہوا نے رخ بدلا اسی سمت کو آپ بھی پلٹا کھا لیتے ہیں۔ آپ زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور ذرا پیچھے نہیں رہتے۔ کہتے ہیں زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ مگر جناب لالہ صاحب کو بھی ایسا ہی سمجھئے۔ مجال نہیں۔ کہ زمانے کے رنگ بدلنے پر اپنا رنگ نہ بدلیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ جناب لالہ صاحب کے کرموں کی گاڑی بہت تیزی سے چل رہی ہے۔ کیونکہ اور مہاشے تو دوسرے جنم میں رنگ بدلتے ہیں۔ مگر لالہ صاحب ایک ہی جنم میں کئی رنگ بدل لیتے ہیں۔ ابھی تو لالہ صاحب کو منشی رام جی کے نام سے گردکل میں دیکھتے ہیں اور ابھی آپکو شردھانند کے نام سے کارزار شدھی میں پاتے ہیں۔ شدھی کے غائب ہونے سے آپ بھی غائب ہوتے ہیں اور کسی دوسری طرف سے چھوت ادھار کے نام سے ظاہر ہوتے ہیں۔

دوستو یہ تو ابھی ہے ابتدار
آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

صاحبان یہی منشی رام عرف شردہانند عرف چھوت ادہار شدھی کے بانی مبانی ہیں۔ آپ حیران ہونگے کہ اتنے بڑے آریہ مہاشے نے ویدوں کے خلاف۔ سوجی کے احکام کے خلاف۔ معزز ہندوؤں کی رائے کی پروا نہ کرتے ہوئے شدھی کا بیڑہ کیونکر اٹھایا۔ مگر حیران ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں وہی بات مضمر ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔ اسکی تفصیل یوں ہے۔

ہندوستان میں جب ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کے اجراسے شور برپا ہوا اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہندو مسلمان متفق ہو کر انگریزوں کے خلاف ہو گئے۔ اور علی الاعلان گورنمنٹ کو گالیاں دینے لگے۔ تو حکومت نے امن قایم رکھنے کے لئے ان لوگوں کو سزائیں دینا شروع کیں۔ اور دھڑا دھڑ قیدیں اور جرمانے ہونے لگے۔

چونکہ اس وقت ایک جوش ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے جس کو سزا ہوتی۔ اس کو بہت مبارک خیال کیا جاتا۔ اور اسی کو لیڈر سمجھا جاتا۔ اکثر لوگوں کو یہ نسخہ بہت موافق آیا۔

اس وقت ملک میں گاندھی جی کی جے کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ہمارے لالہ جی نے دیکھا اور دل میں سوچا کہ گاندھی جی سناتنی ہو کر چوٹی کے لیڈر بن جائیں۔ اور آریہ اس میدان میں پیچھے رہ جائیں۔ جب کہ دیانندجی کی غرض ہی سیاست تھی۔

اس خیال کے آتے ہی فوراً گروکل کانگڑی سے علیحدہ ہو، مذہبی چار

دیواری سے باہر نکل شردہانند کے نام سے میدان سیاست میں قدم رکھا
مگر سر منڈاتے ہی اولے پڑے والا معاملہ ہوا۔ بغاوت کے جرم میں لالہ
صاحب بھی بندھ گئے۔ اور گرفتار ہو کر قید خانے میں چلے گئے۔ مگر افسوس
قسمت نے بار ہی دی کیونکہ لالہ صاحب کی اس قربانی پر بھی گاندھی جی کا نام
ہی بلند رہا۔ جب دیکھا کہ مقصد حاصل نہیں ہوا۔ تو فوراً معافی مانگ
جیل سے باہر آئے۔ ادھر اُدھر کے حالات کا مطالعہ کیا چاروں طرف
نظر دوڑائی۔ اور سوچا کہ اب کونسا راستہ اختیار کیا جائے۔ جو گاندھی جی
کا وظیفہ چھوڑ کر ہندو جاتی ہمارا دم بھرنے لگے۔ بہت سوچ بچار کے بعد
معلوم ہوا۔ کہ آریہ سماج نے غریب اور بھولے بھالے ملکانوں کو دام میں پھنسا رکھا
ہے۔ اور اب ان کو ایک لیڈر کی ضرورت ہے۔ فوراً سیاسی میدان سے
باہر نکل مذہبی دنگل میں آن کودے اور چھوت ادھار کا نام اپنے لئے
تجویز کیا۔

آریہ سماج کو چونکہ اس وقت دراصل ایک ایسے شخص کی ضرورت
تھی۔ اس لئے ان کا بہت پریم سے استقبال کیا۔ اور بڑی آؤ بھگت کی۔
اب شردہانند جی نے شدھی کا کام شروع کیا۔ اسکو پڑھایا۔ اسکو سکھایا۔
اور اپنا اعتبار جمایا۔ پھر روپے کی ضرورت پیش کی۔ سیاسی ہندو گروہ کو
سمجھائی بڑھائی کہ سوراج کی تحصیل کا یہی طریق بہت اچھا اور آسان ہے
کہ سب کو ہندو بنا لیا جائے۔ خواہ صرف نام کے ہی ہندو بن سکیں۔
مذہبی پارٹی کو یہ چقمہ دیا کہ ملکانہ قوم ہندو ہی ہے اُن کو اپنے اندر ملا
لینا چاہیئے۔ وہ خود ملنے کے لئے تڑپ رہی ہے۔ غرض ہندو قوم کو کچھ
الیسا الٹ پٹ سیدھی کا سبق پڑھایا۔ کہ وہ پوری قابو میں آگئی اب کیا تھا

واو چل گیا۔ اور روپے کے ڈھیر لگ گئے۔ اور اپنا اصلی مقصد بھی حل ہو گیا۔ یعنی فضائے ہند میں شردھانند کا نام گونج اٹھا۔ شہرت کی آرزو پوری ہو گئی۔

مگر چونکہ نیت صاف نہ تھی۔ کام کی بنیاد راستی پر نہیں رکھی گئی تھی اس لئے بہت جلد لالہ صاحب کا ستارہ غروب ہونے لگا۔ گویا

"پھول کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ خود مرجھا گیا"

ایک سال بھی لالہ صاحب اس میدان میں نہ ٹھہر سکے۔ اس کا مفصل ذکر آگے آئے گا۔

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شدھی کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس تحریک کا کیا سبب ہے۔ یہ صرف سیاسی وہم ہے اور کچھ نہیں۔ مگر آریہ مہاشے اس اصول کو یاد رکھیں ؎

ترقی ہو نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

تیسری منزل

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی اولوالعزمی

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

میدان کارزار گرم ہے۔ شدھی کا زور شور ہے۔ آریہ لوگ اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں۔ بعض مسلمان میدان ارتداد میں جا پہنچے ہیں۔ ایک ہنگامہ بپا ہے۔ ملک کے اخباروں میں دھڑا دھڑ مضامین نکل رہے ہیں۔ مسلم پرچے اپنی پرجوش تحریروں سے اسلامی دنیا میں حرکت دے رہے ہیں۔ ہندو قوم اپنے اخباروں میں واویلا کر رہی ہے۔ ارتداد کی آندھی زور سے چل رہی ہے۔ اور اسکو روکنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اکثر مسلمان تو مایوس ہو چکے ہیں۔ اور اپنے دل کو اتنا کہہ کر تسلی دے لیتے ہیں۔ کہ ملکانہ اگر آریہ بن جائیں تو اسلام میں کیا کمی ہو جائے گی۔

بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ صاحب وہ برائے نام مسلمان ہیں۔ اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ مگر بعض جوشیلے اور اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان بہت بے قرار ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں جماعت احمدیہ کی خاموشی دیکھکر مسلمان متعجب ہیں۔ اور حیران ہیں۔ کہ یہ جماعت کیوں

اس میدان میں نہیں نکلی۔ کیونکہ اُن کے دل محسوس کر رہے تھے کہ اس جماعت کے سوا یہ رو رُک نہیں سکتی۔ بہت کی آنکھیں قادیان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اخبار وکیل نے بیقراری کے عالم میں شایع بھی کر دیا کہ کہاں ہے وہ جماعت جس کو تبلیغ کا دعوےٰ ہے۔ کیوں اس موقع پر نہیں نکلتی "۔ مگر دنیا کو کیا معلوم کہ امام جماعت احمدیہ اسی سوچ میں ہے۔ اور اپنے بہادر سپاہیوں کو تیار کر رہا ہے۔ اور وہ رات دن فتنہ ارتداد سے بے چین رہتا ہے۔ اور صحیح حالات دریافت کرنے کے لئے اپنے دو مریدوں کو میدان ارتداد میں بھیج بھی دیا ہے۔

پس جونہی اخبار وکیل نے دعوت دی فوراً ایک اشتہار بعنوان "وکیل کی دعوتی چٹھی کا جواب" شایع کیا۔ اور اس میں کھول کر بتا دیا۔ کہ عنقریب احمدی بہادر میدان کارزار میں پہنچ کر دشمن کے سر پر جا پڑیں گے اور دنیا دیکھ لے گی کہ آریوں کو کس طرح شکست ہوتی ہے۔

ادہر تو یہ اشتہار دیا۔ ادھر حضور نے ایک اعلان اپنی جاں نثار جماعت کے نام شایع کیا اور فرمایا کہ مجھے ڈیڑھ سو جان باز مریدوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنے اخراجات پر ایک ایک سہ ماہی خدمت دین کے لئے وقف کر دیں۔ پیدل چلیں۔ بھوک پیاس کو برداشت کریں۔ ہر قسم کی تکلیف کو قبول کرنے کے لئے تیار رہیں۔ گھبراہٹ کے نزدیک نہ جائیں۔ اپنے افسروں کی کامل اطاعت کریں۔ بظاہر یہ شرائط ایسی کڑی نھیں۔ کہ جن کو قبول کر کے ایک دنیادار انسان ہرگز ہرگز خدمت دین کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اور ۱۵۰ تو کجا چند نفوس بھی ایسے نہیں نکل سکتے۔ جو مندرجہ بالا شرائط کو بخوشی منظور کریں۔

مگر اللہ اللہ۔ امام جماعت احمدیہ کی آواز تھی یا صدائی کرنا تھی جو قادیان کی بستی سے نکلی اور تمام احمدی دنیا میں بجلی کی طرح پھر گئی۔ تمام جماعت قربانی وایثار پر تل گئی۔ اور ایک حقیقی جوش سے بھرپور ہوگئی۔ گویا خلیفہ کی آواز آسمانی آواز تھی۔ جو تمام جماعت میں پھونک دی گئی۔

تھوڑے دنوں میں ۱۵۰ اچھوڑ ۵۰۰ بہادر احمدی اپنے امام کی مقدس آواز پر لبیک کہتے ہوئے نہایت فخر سے خدمت دین پر کمربستہ ہوگئے۔ اور بہت جلد یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ۱۵۰۰ سو تک جا پہنچی دنیا دیکھ کر حیران تھی بہت مسلمان تھے جو خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اب آریہ کچلے جائیں گے۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے جو دل ہی دل میں جل رہے تھے۔ اور بغض وحسد میں یہاں تک بڑھ رہے تھے۔ کہ علانیہ کہنے لگے۔ ملکانہ آریہ ہوجائیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اسلام پر دھبہ پڑجائے بلا سے۔ مگر ان احمدیوں کا بول بالا نہ ہو۔ ستیاناس ہو اس تعصب کا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے۔

لشکر محمود آریوں کے سر پر

دستہ اول۔ بطور ہراول

بہار کا موسم ہے آب وہوا خوشگوار ہے۔ چاروں طرف سبزہ زار ہے۔ جس طرف نکل جائیں طبیعت خوش ہوتی ہے۔ آنکھوں میں نور دل میں سرور آتا ہے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کا سالانہ امتحان ہو رہا ہے

ہیں کمرۂ ہال میں اپنی ڈیوٹی کو ادا کر رہا ہوں۔ یعنی طلبا کی نگرانی میں مصروف ہوں۔ مگر دل متفکر طبیعت پریشان ہے۔ سوچتا ہوں کہ میدان ارتداد کے لئے نام تو سب سے پہلے میں نے دیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ پہلے دستے میں جا نہ سکا۔ کیونکہ حضور نے مدرسین کے لئے فیصلہ فرما دیا۔ کہ گرمی کی رخصتوں میں جائیں۔ اے خدا جس طرح تو نے سب سے پہلے نام پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میدانِ عمل میں جانے کی بھی کوئی راہ نکال۔ تیرے بے شمار احسانوں میں سے یہ بھی ایک احسان ہوگا۔ خاکسار انہی خیالات میں تھا کہ ایک نوجوان دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور ہانپتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا۔ کہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے (افسر ڈاک حضرت اقدس) کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے۔ ماسٹر محمد شفیع کو بھی اطلاع دے دو۔ کہ نماز ظہر تک تیار ہو کر آجائے۔ کیونکہ اس کو بھی دستہ اول میں جانا ہوگا۔ یہ بات سُن کر خوشی کی انتہا نہ رہی مقصد حاصل ہوا۔ فوراً ہیڈ ماسٹر صاحب کو چارج دے۔ سیدھا مکان پر آیا۔ میں خوشی میں اس قدر مدہوش تھا کہ چلنے سے چند منٹ قبل اخراجات کا سوال سامنے آیا۔ یہ خیال آتے ہی ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ والا معاملہ ہوگیا۔ مگر قربان جاؤں آنحضرت مولا کریم کے۔ کہ اس نے عورت بھی انسان کا خوب جوڑا بنایا۔ جو آدمی کا ہر مشکل میں ساتھ دیتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ میں اپنی نیک بخت بیوی کا مشکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے میدان ارتداد میں خدمت دین کے لئے مدد دی۔ غرض میں بالکل تیار ہو کر مسجد مبارک میں آیا۔ نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے حضور دعا مانگی۔ نماز کے بعد بہادرانِ اسلام کا دستہ اول بطور ہراول کے

قادیان سے روانہ ہوا۔ مگر ایک شان و شوکت سے قادیان کے پیر و جوان نہایت شادمان ہمراہ ہیں۔ اور تمام سچے اور پاک جوش سے معمور ہیں۔ حضرت اقدس خود اپنے ان خادموں کے ہمراہ پیدل چل رہے ہیں۔ ایک انبوہ ہے جو اس دستہ کے ساتھ ہے۔ قادیان سے تقریبًا دو میل کے فاصلہ پر سڑک کے موڑ پر حضور ٹھیر جاتے ہیں۔ اور ایک مختصر سی تقریر میں اس دستے کے سپاہیوں کو ضروری ہدایات فرماتے ہیں۔ اور بعد ازاں ہاتھ اٹھا کر ایک لمبی دعا کرتے ہیں۔ اور اپنے خادموں کو رخصت کرتے ہیں۔ چلتے وقت اپنی جیب خاص سے کچھ روپیہ عطا فرماتے ہیں۔ کہ راستے میں بطور صدقہ تقسیم کیا جائے۔

یہ دیکھکر تمام احمدی بھی صدقے کے طور پر کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔

اللہ اللہ جس جماعت کا دینی جوش اس قدر بڑھا ہوا ہو جس قوم کے افراد میں قوم کی اس قدر محبت موجود ہو۔ اور پھر جس جماعت کو ایسا اولوالعزم خلیفہ ملا ہو۔ وہ بھلا دشمنوں پر فتح نہ پائے۔ یا اس سے عدو خوف نہ کھائے۔

غرض ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء کو ۴ بجے شام کے یہ مبارک دستہ جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال۔ ایم۔ اے کی زیر کمان میدان ارتداد کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۱۴ مارچ کو بمقام اچھنیرا ضلع آگرہ میں آن اترا +

اسمائے گرامی مجاہدین دستہ اول

۱۔ جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے۔

۲۔ چودھری عبد اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔

(۳) شیخ یوسف علی صاحب۔ بی۔ اے۔

۴۔ میاں عبدالقدیر صاحب " "

۵۔ میاں محمد ابراہیم صاحب " "

۶۔ ڈاکٹر نور احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن۔

۷۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔

۸۔ ماسٹر محمد شفیع اسلم۔

۹۔ مہاشہ محمد عمر صاحب۔

۱۰۔ چوہدری بدر الدین صاحب۔

۱۱۔ مولوی ظفر الاسلام صاحب

۱۲۔ منشی عبدالسمیع صاحب۔

۱۳۔ مولانا جلال الدین صاحب فاضل۔

۱۴۔ میاں محمد ابراہیم صاحب نائک

۱۵۔ میاں فتح محمد صاحب سپاہی۔

۱۶۔ میاں عبداللطیف صاحب۔

۱۷۔ میاں خدا بخش صاحب پٹیالوی۔

۱۸۔ خان حبیب الرحمٰن صاحب افغان۔

۱۹۔ میاں عزیز احمد صاحب۔

احمدیہ کمانڈر انچیف

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی ذات بابرکت میں قدرت نے جہاں اور خوبیاں ودیعت کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور کا

ذہن و ذکا۔ عقل رسا پورے کمال پر ہے۔ میدان ارتداد میں آریہ جیسی زبردست قوم کا مقابلہ کرنا آسان بات نہیں تھا۔ اور پھر ایسی جماعت کے لیے جو تعداد میں کم۔ دولت میں کم۔ مگر حضور نے اس عمدگی اور خوش اسلوبی سے مقابلہ شروع کیا۔ کہ دنیا حیران رہ گئی۔ پہلے تو ایک ایک سہ ماہی پر جماعت کو تیار کیا۔ کیونکہ اگر تنخواہ دار مستقل آدمی تلاش کئے جاتے۔ تو کام بہت مشکل ہو جاتا۔ اور نتیجہ بھی خاطر خواہ نہ نکلتا اس طرح سے ہر سہ ماہی کے بعد ایک تازہ دم دستہ میدان میں جا پہنچتا۔ اور پہلے سپاہی واپس آجاتے۔ اور نسبتاً اخراجات بھی بہت کم ہوتے۔

اس کے علاوہ لشکر مجاہدین کی کمان حضور نے ایسے شخص کے ہاتھ میں دی۔ جو اس کام کا پورا اہل تھا۔ جس کا دماغ بحر تفکر میں گہرے غوطے لگا کر قیمتی موتی تلاش کرنے کا عادی تھا۔ یہ بزرگ راجپوتوں کے شریف خاندان سیال سے تھا۔ اور اس بہادر راجپوت کا نام چودہری فتح محمد سیال ایم۔اے۔ ہے۔ چونکہ شدھی کا معاملہ بھی راجپوتوں کا تھا اسلئے یہ فہیم انسان اس معرکے کے لئے بالکل مناسب تھا۔ سنہ ۱۹۲۳ کے سالانہ جلسے پر حضرت اقدس نے جناب چودھری صاحب کی تعریف کر کے کمانڈر انچیف کے خطاب سے پکارا۔ جو آپ کے لیے باعث فخر ہے۔

چودھری صاحب نے اچھیرا پہنچتے ہی جو حالات کا مطالعہ کیا تو بہت پیچیدہ نظر آئے۔ کیونکہ اول تو مسلمان آپس میں ہی جھگڑ رہے تھے احمدیوں کے جانے سے اُن کے ساتھ بھی الجھ گئے۔ کوئی کہتا تھا کہ احمدیوں کو اس میدان میں کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو محدود علاقے میں مقید کر دیا جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو صرف ہندوؤں کی تبلیغ

پر لگایا جائے پھر کوئی کہتا تھا کہ اُن کو علاقہ تقسیم کر کے ایسے مواضعات دیئے جائیں۔ جہاں شدھی کا زیادہ زور ہو۔ تاکہ یہ لوگ گھبرا کر خود چلے جائیں۔ لیکن میدان ارتداد کسی کی جائداد تو تھی نہیں۔ یا کسی نے اس میدان کا اجارہ تو نہیں لے رکھا تھا۔ اس لئے نہ کوئی نکال سکتا تھا نہ مقید کر سکتا تھا۔ البتہ معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ کیونکہ میدانِ جنگ تھا۔ دشمن مقابلے پر تھا۔ مگر جناب چودہری صاحب نے نہایت ہمت سے کام لیا۔ اور اپنا مرکز شہر آگرہ میں قایم کر کے دو دو احمدیوں کو ادھر اُدھر مختلف اضلاع میں بھیج دیا۔ کہ پہلے صحیح حالات کی رپورٹ تیار کر کے لاویں۔ اور دس دن میں لوٹنے کی تاکید کر دی۔

دس دن تک ان مجاہدین نے آگرہ متھرا۔ بھرتپور۔ ایٹہ۔ اٹاوہ۔ مین پوری۔ فرخ آباد اضلاع کو چھان مارا۔ اور مکمل رپورٹیں پیش کر دیں ادہر رپورٹیں آئیں۔ ادہر آگرہ میں مجاہدین کا دوسرا وفد آگیا۔ فوراً جناب چودہری صاحب نے ہر ایک ضلع میں ایک ایک انسپکٹر مقرر کر کے اُن کے ماتحت مجاہدین کو پھیلا دیا۔ انسپکٹروں نے اُن کو مناسب مقامات پر تعینات کر دیا۔ غرض مورچہ بندی ہو گئی۔ اور مقابلہ شروع ہؤا۔ احمدی جماعت نے ایک ہی سہ ماہی کے اندر یک صد مبلغ میدان میں اتار دیئے چودہری صاحب نے دانشمندی یہ کی کہ جہاں تک آریہ ابھی پہنچے نہیں تھے وہاں بھی پیش قدمی کر کے قبضہ کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں مواضعات اور ہزاروں ملکانہ لوگ ارتداد سے بچ گئے۔

کارزار شدھی اور جماعت احمدیہ کا ایثار

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی روح القدس بھری ہوئی آواز سے تمام جماعت کو گرما دیا۔ مرد۔ عورتیں۔ سب نے اپنی جانبازی کا ثبوت دیا۔ پندرہ سو احمدی بہادروں نے اپنے نام میدانِ ارتداد کے لئے پیش کئے۔ اور حضور کی شرائط کو بسر و چشم منظور کیا۔ ان میں ان پڑھ بھی تھے تعلیم یافتہ بھی تھے بی۔ اے بھی تھے۔ ایم۔ اے بھی تھے۔ وکیل بھی تھے۔ ڈاکٹر بھی تھے۔ رئیس بھی تھے۔ اوسط درجہ کے لوگ بھی تھے۔ امیر بھی تھے۔ غریب بھی تھے۔ تاجر بھی تھے ملازم پیشہ بھی تھے۔ زمیندار بھی تھے کاشتکار بھی تھے۔ غرض ہر طبقے ہر حیثیت کے آدمی تھے۔ اس بھرتی کے علاوہ جماعت نے حضور کی مبارک تحریک کے ماتحت پچاس ہزار روپیہ چندہ بھی دیا۔ حالانکہ اس چندہ میں بھی ایک شرط تھی۔ وہ یہ کہ جو اس چندہ میں شامل ہونا چاہے وہ یکصد روپے سے کم نہ دے۔ یا اس میں وہ لوگ شامل ہوں جو ایک سو روپے دے سکیں۔ مگر پھر بھی یہ رقم بہت جلد پوری ہوگئی۔ لیکن ایسے غریب احمدی جو یکصد روپیہ نہیں دے سکتے تھے بہت بے چین ہوئے۔ اور حضور سے اصرار کرنے لگے کہ اب اس شرط کو توڑ دیا جائے۔ اور ہم غریبوں کو بھی اس ثواب میں حصہ لینے کا موقع عطا فرمایا جائے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا گیا۔ پھر چندے کے علاوہ اکثر احمدی احباب نے مجاہدین کیلئے سائیکل دیئے۔ حضوصاً لاہور کی جماعت نے۔ ڈاکٹر محمد منیر صاحب آوف امرتسر نے دھوپ سے بچنے کے لئے مجاہدین کو پروٹیکٹر دیئے۔ بعض نے ملکانہ قوم کے لئے کپڑے

دیئے۔ ایک دوست نے احمدی مجاہدین کے لئے ستّو کی بوریاں ہی بھیج دیں۔ کسی نے تھیلے۔ پانی کی کپیاں دے دیں۔ غرض ہر ایک شخص نے اپنی اپنی استعداد کے موافق کچھ نہ کچھ دیا۔

عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی کے لئے بکرے دینے کا اعلان اگرچہ بہت تنگ وقت پر کیا گیا تھا مگر پھر بھی احمدیہ جماعت نے بڑی مستعدی اور جوش سے اس میں حصہ لیا۔ یہ اس کے بڑے ایثار، مرکزی احکام کی تعمیل کی درخشاں مثال ہے۔ بعض دوستوں نے بذریعہ تار روپیہ بھیجا۔ اس طرح صرف ایک ہفتے میں ۰-۱۲۹۶ وصول ہوگئے جو ۲۱۶ قربانیوں کی قیمت تھی۔ ان قربانیوں کو میدان ارتداد میں ملکانہ قوم میں کیا گیا۔

جماعت کے اہل قلم اصحاب نے اپنی قلم سے مجاہدین کی امداد کی۔ اور سامان حرب مرکز سے تیار کر کے میدان جنگ میں بھیجتے رہے۔ ان میں جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق جناب ماسٹر فضل حسین صاحب احمدی مہاجر۔ اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قابل ذکر ہیں پھر ان سب باتوں کے علاوہ جماعت کے ہر فرد نے خدا کے حضور دعائیں کیں۔ کہ یا الٰہی اسلام کو اس فتنہ سے بچا۔ ملکانہ قوم کو اسلام پر پختہ کر۔ غرض تمام جماعت میں خدمتِ دین کی لہر پیدا ہوگئی۔

بعض غریبوں نے جن کے پاس کچھ نقد اثاثہ نہ تھا اپنا مکان یا زمین یا جانور بیچ کر اس میں حصہ لیا۔ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر منظور احمد صاحب مشہور پنجابی شاعر نے اپنی بھینس ہی بیچ ڈالی۔ اور میدانِ ارتداد میں آموجود ہوئے۔ بھینس اگرچہ خسارے پر بکی۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اس گھاٹے کے سودے

پر بھی خوشی منائی۔

ایک غریب احمدی حضرت اقدس کی خدمت میں لکھتا ہے:

"آپ کا حکم سنا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ حضور کی شرائط قبول کرنے کے ناقابل ہوں جس کا مجھے افسوس ہے۔ چالیس روپے کا مقروض ہوں۔ مگر ایک مکان ہے حکم ہو تو اس کو فروخت کرکے یا رہن رکھ کے میدان ارتداد میں جلدی چلا جاؤں۔

خاکسار علی شیر۔ زیرہ فیروزپور۔

مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دیا۔ جہاں مردوں نے ہر قسم کی قربانی کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ وہاں عورتیں بھی کسی طرح پیچھے نہ رہیں۔ جناب سکرٹری صاحبہ انجمن بجنۃ اماء اللہ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی انجمن کی طرف سے بیس بڑے دوپٹے ان ملکانہ عورتوں کے لئے بھیجے۔ جو ارتداد کے وقت اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اور شدھی کو نفرت سے ٹھکرا دیا۔

حضرت اقدس کی چھوٹی صاحبزادی امۃ القیوم نے جس کی عمر چھ سال کی تھی۔ اپنا ایک چھوٹا دوپٹہ۔ دیا اور اپنی میٹھی زبان میں کہا۔ کہ یہ کسی چھوٹی ملکانی کو دیا جائے۔ سبحان اللہ پاک جماعت کے بچے بھی پاک خیالات کے ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات یا تو صحابہ کرام میں نظر آتے ہیں یا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس جماعت میں۔

احمدی خواتین کے مقدس جذبات کا کچھ کچھ پتہ مندرجہ ذیل خطوط سے لگ سکتا ہے جو انہوں نے اپنے امام کی خدمت میں لکھے۔

میں احمدی بہنوں کے لئے اُن کا اختصار درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں

(۱)

لاہور سے بہن سعیدہ لکھتی ہیں۔

حضور کا حکم سنا۔ کیا کروں دل چاہتا ہے۔ کہ اس میدان میں اڑ کر چلی جاؤں۔ حکم ہو تو فوراً تیار ہوں۔ کاش کہ ہم عورتوں کو بھی موقع عطا فرمایا جائے۔

(۲)

بہن سردار بیگم بنت شیخ محمد حسین صاحب سب جج تحریر فرماتی ہیں۔

"اے میری بہنو! اور اے میرے بزرگو! اس میدان میں بڑھ بڑھ کر قدم مارنا چاہیے۔ اگر ہم عورتیں وہاں نہ جا سکیں تو اپنے بیٹوں اپنے خاوندوں اپنے بھائیوں کو تیار کریں۔ اور اپنے زیور بیچ کر مالی امداد کریں۔

(۳)

بہن عمری بی آگرہ سے لکھتی ہیں۔

حضور میں صرف قرآن مجید جانتی ہوں۔ اور تھوڑا سا اردو۔ اپنے بیٹے سے سنا ہے۔ کہ مسلمان مرتد ہو رہے ہیں۔ اور حضور نے وہاں جانے کا حکم دیا ہے۔ مجھے بھی اگر حکم ہو تو فوراً تیار ہو جاؤں بالکل دیر نہ کروں گی خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ ہر تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں۔

(۴)

اسی طرح ایک اور خاتون لکھتی ہیں۔

حضور میرا باپ عاشق مسیح موعود تھا۔ دنیا میں دو لڑکے ایک لڑکی چھوڑ گیا۔ میرے دونو بھائی عبد الرحیم و عبد اللہ سرفروشوں میں حضور کے حکم سے کام کر رہے ہیں۔ اس عاجزہ کا بھی دل تڑپ رہا ہے۔ یہ بھی

تین ماہ کے لئے زندگی وقف کرتی ہے۔

امۃ الرحمٰن تڈوالئف بھیرہ ہسپتال

پس جماعت کے اس قدر ایثار سے صاف طور پر عیاں ہے کہ یہ خدائی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسے تیار کیا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے، کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان کام نہیں کر سکتے۔ جو کام یہ مٹھی بھر جماعت کر لیتی ہے۔ دور دراز ممالک میں مشن قایم کرنا۔ لندن اور جرمنی جیسے مقامات پر مسجدیں بنوا دینا۔ خدمت دین کے لئے ہر مصیبت کو خوشی سے برداشت کرنا۔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی نمایاں دلیل ہے۔ چونکہ احمدی جماعت کا پہلا دستہ موسم بہار مارچ کے مہینے میں میدانِ ارتداد کی طرف نکلا۔ اور یہ فتنہ بھی موسم بہار میں ہی اُٹھا۔ اور دوسرے سال اسی موسم میں آریوں کو کامل شکست ہوئی۔ اور احمدی جماعت کا نام بلند ہوا۔ اس لئے ہم کہیں گے :کہ

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہامی مصرع ہے۔)

میدانِ جنگ

رمتا جوگی

بہادر احمدی سپاہی میدان میں پھیل چکے ہیں۔ جن کی تعداد یک صد کے قریب ہے، مقابلہ شروع ہے۔ پنڈت اور مولوی لوگ اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ ہر ایک مبلغ اپنے مذہب کے لئے کوشاں ہے کوئی جائز اصولوں سے کوئی ناجائز وسیلوں سے۔ دیکھئے اچھنیرا جنکشن سے جو لائن بھرتپور کو نکل گئی ہے، اس کی پٹری پر ایک جوگی سر جھکائے جا رہا ہے۔ اگرچہ دوپہر کا وقت ہے۔ سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ دہوپ کی تمازت نے چہرے کا رنگ تبدیل کر دیا ہے، تمام بدن پسینے سے تربتر ہے۔ مگر یہ ایسا دہن کا پکا معلوم ہوتا ہے کہ ان قدرتی تکالیف کا نہایت اطمینان سے مقابلہ کرتا ہوا۔ بڑی بے پروائی سے چلا جا رہا ہے۔ لو چلتے چلتے ایک موضع میں جو لائن کے متصل ہی ہے ٹھیر گیا ہے۔ اور ایک درخت کے نیچے ذرا دم لینے کو بیٹھ گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنی موج میں آکر ایک بھجن شروع کر دیتا ہے۔ ملکانہ لوگ ادہر ادہر سے سن کر جمع جمع ہو جاتے ہیں۔ جوگی اپنی موج میں مست آنند سے گا رہے ہیں۔

"ارے تم رہیو ہوشیار نگریا میں چور آوت ہیں"

بھجن ختم ہونے پر ایک ملکانہ پوچھتا ہے۔

ملکانہ۔ مہاراج کا ساچی کہت ہو۔ ہمرے گام میں تو چور کبھو ناہیں آؤ۔

جوگی - تمہارے گام میں تو چور روج آوت ہیں - پر تمہیں کچھو کھبر ناہیں ہو سکت - چور دو قسم کے ہووت ہیں - ایکو دھن کے - دوسرے دہرم کے ہمارے مطلب دہرم کے چوروں سے ہے - سو دہرم کے چور آریہ لوگن ہیں - جو تمہارے دہرم بگارت ہیں -

ملکانہ - مہاراج آریہ تو کہت ہیں - مسلمان پادشاہن تمرے باپ دادا کو جبردستی مسلمان بنالو تھا - اب تم اپنے دہرم میں آجاؤ ٹھاکر بن جاؤ

جوگی - جو بات بالکل غلط ہے - تمرے باپ دادا بڑو بلوان ہتو - ان کو کیئو جبردستی مسلمان ناہیں بنا سکت تھا -

ملکانہ - ہم نے سنی ہے - کی ساندہن سارو کا سارا سدھ ہوگیو - کا جو ساچی بات ہے -

جوگی - بالکل جھوٹ ہے - ہم ابھی ابھی اوہاں سے آرہے ہیں -

ملکانہ - پر اگر ٹھاکر ناہیں اپنی برادری میں ملالیں - تو مولبی لوگن کا اس میں کیا ہرج ہے -

جوگی - ٹھاکر لوگ تم کو اپنی برادری میں ناہی ملا سکت - انہوں نے موضع ...رح میں بڑی بھاری پنچایت کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ جو ملکانوں کے سنگ کھان پان کرے گا اس کو برادری سے خارج کردیا جائیگا -

ملکانہ - اگر جو بات ساچی ہے تو ہم بھی ان کی خوساماد ناہیں کر سکت -

جوگی - بات یہ ہے کہ آریہ لوگ پنجاب کی طرف چماروں کو بھی سدھ کر کے اپنے دہرم میں ملاؤ لیت ہیں - اس لئے ٹھاکر کہت ہیں - کہ ہم اپنا دہرم ناہیں بگاڑیں گے -

ملکانہ - مہاراج ایک بات ہے - کی آریہ ہمو روپیہ دینت ہیں - فرضے اتارت

ہیں ۔ مولبی کچھو ناہیں دیت ہیں۔

جوگی۔ دیکھو دہن دولت کسو کے سنگ ناہیں جائیگا۔ سنگ تو اچھے کرم ہی جائیں گے۔ تم یہ دیکھو کہ اسلام دھرم اچھو ہے۔ یا آریہ دہرم

ملکانہ۔ اچھو تو اسلامن ہی ہے۔

جوگی۔ تم نے کبھی نواج بھی پڑھی ہے۔ کلمہ جانت ہو۔

ملکانہ۔ مہاراج اہینن گمی۔ گام میں نواج کا رواج ناہیں۔ جو تو شہرن کی باتن ہیں۔

جوگی۔ نماج تو خدا کی بندگی کو کہت ہیں۔ اس میں رواج کی کون سی بات ہے۔

ملکانہ۔ سو بندگی ہم کریت ہیں۔ ہنومان جی کی پوجا کرت ہیں۔ دیوی کی پوجا کرت ہیں۔

جوگی۔ دل میں (بہت تمہارا ستیاناس ہو۔ تمہاری حالت یہاں تک ردی ہوگئی)

ملکانہ۔ کا سوچت ہو۔ مہاراج ایکو بھجن سناؤیو۔

جوگی۔ پہلے ہمری ایک بات سن لیو۔ پھر ہم بھجن سنائیں گے۔

ملکانہ۔ کہو۔

جوگی۔ دیکھو دہن کے بدلے دہرم ناہیں بیچنا چاہیئے۔ سب سے اچھو دہرم اسلام ہے۔ اس کو مضبوط پکڑ رکھیو۔ تم بہادر راجپوت ہو۔ یہ بات بھول گئے۔ رگھوکل ریت یہی چلی آئی۔ پران جائے پر بچن نہ جائی۔ تمہارے باپ دادون نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا تھا۔ سو تم اس پر جمے رہو۔

ملکانہ۔ مہاراج اس سے بے فکر رہو۔ ہم اپنے مردوں کو جلائیں گے نہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے کھان پان بند ناہیں کر سکت۔ چاہو شدھ ہو جائیں۔ رہیں گے مسلمان۔

جوگی۔ ارے پھر مسلمان کیسے رہوگے۔ سدھ مت ہونا۔ یہی تو ہم کہت ہیں۔

ملکانہ۔ بہت اچھا مہاراج اب کوئی بھجن سناؤ۔

جوگی صاحب نے ایک بھجن شروع کیا اور گاتے گاتے گاؤں سے رخصت ہوئے: "تہارو نام محمد مصطفےٰ من پیارو لاگو جی"۔

شبخون

احمدی مجاہدین کا مسلح محاصرہ

۱

احمدی مجاہدین کا دفتر فرخ آباد میں انجمن رفیق الاسلام کے متصل ہی بازار میں ہے۔ یہ دفتر دوسری منزل پر واقع ہے۔ اس کے ایک طرف مندر اور دوسری طرف ایک تنگ کوچہ ہے۔ پچھواڑے ایک ہندو کا مکان ہے۔ رات کو کوئی آٹھ بجے کا وقت ہوگا کہ ایک شخص بے تحاشا اوپر جا چڑھا۔ اور محمد یامین صاحب مبلغ کو پوچھنے لگا

مبلغ۔ آپ کو محمد یامین صاحب سے کیا مطلب ہے۔ جناب کا اسم شریف

شخص۔ میرا نام سورج نرائن ہے۔ میں راجہ کا مصاحب ہوں میں

نے سنا ہے۔ کہ ایک ہندو نوجوان مسلمان ہونے کو آپ لوگوں کے پاس محمد یاسین صاحب کے ذریعے آیا ہے ہیں اسکو سمجھانا چاہتا ہوں۔

اسلم۔ کیا آپ سے خاکسار کچھ باتیں دریافت کر سکتا ہے۔

سورج نرائن۔ بڑے شوق سے دریافت کیجئے۔ مگر اس وقت میں بحث کے لئے نہیں آیا۔

اسلم۔ بات یہ ہے کہ وہ ہندو نوجوان یہ کہتا ہے کہ اسلام دھرم پرمیشور کی طرف سے ہے اور ہندو دھرم نہیں۔ دلیل یہ دیتا ہے کہ چونکہ اسلام کی حفاظت کے لئے ہر صدی پر ایک ولی یا مجدد آتا رہتا ہے۔ مگر ہندو دھرم میں یہ نظام نہیں۔ اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال ہو چکے کوئی اس دھرم کی سہائتا کو نہیں آیا۔ اسی مضمون کو اس نوجوان نے اخباروں میں شائع کرایا ہے۔

سورج نرائن۔ یہ اس کی خام خیالی ہے۔ ہمارے ہاں لکھا ہے کہ کلنکی اوتار آئیگا۔ اس کے نشانات تو پورے ہو چکے۔ اب وہ آنے والا ہے۔

اسلم۔ کیا کوئی نشان ابھی باقی ہے۔ اگر نہیں تو آتا کیوں نہیں۔ کیا ہندو دھرم میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ بدکاری مکاری جھوٹ فریب۔ بے دہرمی بہت پھیلی ہوئی ہے۔

سورج نرائن۔ بیشک یہ سب کچھ درست ہے مگر ابھی تک کچھ علامات پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً یہ کہ بدکاری یہاں تک بڑھ جائیگی۔ کہ لوگ علانیہ کریں گے۔ بلکہ بہن بھائی آپس میں زنا کر لیا کریں گے۔

اسلم۔ اخاہ یہ بات تو جناب پوری ہو چکی۔ دور کیوں جاتے ہو۔ آپ کے نزدیک ہی ضلع اٹیہ میں ایک قصبہ جیوڑا کے اندر ایک شخص نے اپنی

حقیقی بہن سے پھیرے لے رکھے ہیں (نکاح) اور وہ ذات کا ہندو ٹھاکر ہے۔

سورج نرائن۔ مگر یہ بھی لکھا ہے کہ اس زمانے میں لوگ شاستروں سے بدکاریوں کو جائز سمجھیں گے۔ یہ بات ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔

اسلم۔ یہ بھی ہو چکا۔ دیکھ لو آریہ لوگ نیوگ کو جو صریحاً زناکاری ہے شاستروں سے ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ پونر رسم بتلاتے ہیں۔

سورج نرائن (گھبرا کر) جناب میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں بحث کے لئے نہیں آیا۔ آپ یہ فرمایئے کہ وہ لڑکا کہاں ہے۔

اسلم۔ افسوس ہے کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ آگرہ میں اس کو مل سکتے ہیں۔

سورج نرائن۔ بہت اچھا۔ آداب عرض۔ چلتا ہوں۔

اسلم۔ آداب عرض ......

(۲)

رات کے ایک بجے کا وقت ہے۔ چاروں طرف خاموشی برس رہی ہے۔ تاریکی چھا رہی ہے۔ سنسان ہے۔ ہو کا مکان ہے۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں بسیرا کر رہے ہیں۔ انسان اپنے بستروں پر نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ بازاروں میں کنسٹبل پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر ان پر بھی نیند کا غلبہ ہے۔ عین ایسی خاموشی کے سمے میں میری آنکھ گڑگڑ کی آواز سے کھل گئی۔ چھت پر سے گردن جھکا کر دیکھا تو حیرت کی حد نہ رہی ایک موٹر مکان کے نیچے کھڑی ہے۔ اور کچھ آدمی اس پر سے اتر رہے ہیں۔ میں نے فوراً سمجھ لیا کہ دشمن سر پر آ گیا ہے۔ اور ہمارے مکان

کا محاصرہ کر رہا ہے۔ اپنے باقی ساتھیوں کو جگایا۔ جو تین کی تعداد میں تھے
ہم سب منڈیر پر سے چھپ چھپ کر دیکھنے لگے۔ موٹر اپنی سواریوں کو
اتار کر چلی گئی۔ اور پندرہ منٹ کے بعد پھر آئی اور چند آدمیوں کو اتار گئی۔
غرض اسی طرح سے کئی بار آئی اور لوگوں کو ہمارے مکان کے گرد جمع
کرتی گئی۔ ہم نے دیکھا کہ موٹر مکان کے نزدیک آکر بتیاں بجھا دیتی اور
رفتار کو کم کر دیتی ہے تاکہ آواز نہ آئے۔ غرض نہایت احتیاط سے آتی اور
واپس جاتی ہے۔ دور سے جو روشنی ان محاصرہ والوں پر پڑتی تو صاف
دکھائی دیتا کہ تیس چالیس آدمی ہیں۔ اور لاٹھیوں سے مسلح ہیں۔ ایک
دو کے پاس بندوقیں بھی ہیں۔ اور سارے کے سارے سفید پوش ہیں۔
ان لوگوں نے پاس کی دو کانیں خالی کروا رکھی تھیں۔ تاکہ اگر پولیس آجائے
تو ان میں چھپ سکیں۔

اس محاصرے کے باقاعدہ اور مضبوط ہونے کی وجہ یہ تھی کہ راجہ
صاحب کا زبردست ہاتھ اس میں کام کر رہا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ راجہ
صاحب شہر کے باہر تین میل کے فاصلہ پر مقیم ہیں۔ اور یہ موٹر وہیں
آتی جاتی ہے۔ غرض ان لوگوں نے ہمارا مکان چاروں طرف سے گھیر لیا
ہم چھت پر حیران تھے کہ کیا کیا جائے۔ دشمن کی تعداد زیادہ۔ طاقت
زیادہ۔ ساز و سامان زیادہ۔ ہم چند کس پھر نہتے۔ مگر چونکہ ہمیں اپنے مولا پر پورا
بھروسہ تھا۔ اس لئے ہمیں کوئی زیادہ گھبراہٹ نہیں ہوئی۔ بہت سوچ
بچار کے بعد پہلے سب نے مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ کہ اے مولا تو خوب
جانتا ہے کہ ہم بے قصور ہیں اور دشمن زبردستی کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں
تیرے سوا کوئی مددگار نہیں۔ تو دم کے دم میں ان دشمنوں کو خائب و خاسر

کرسکتا ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اور ان کو اپنے مقصد میں ناکام نامراد کردے۔ آمین۔

دعا کے بعد ہم نے مختصر سا انتظام کیا۔ کیونکہ کہا گیا ہے۔ کہ اونٹ کا گھٹنہ باندھ اور خدا پر توکل کر۔ دو آدمی نیچے اندر کی طرف دروازوں پر متعین ہوئے۔ اور دو اوپر چھت پر۔ تاکہ دشمن کی نقل و حرکت کو دیکھ سکیں اسوقت ہماری آنکھوں میں رسول عربی کا وہ واقعہ پھر گیا۔ جب کفار مکہ نے حضور کو مکان میں گھیر لیا تھا۔ جونہی یہ واقعہ یاد آیا دل اور بھی مضبوط ہو گئے۔ دشمن نے بھی تاڑ لیا کہ ہمارا حریف بیدار و ہوشیار ہو چکا ہے۔ اب تین بج چکے تھے، اسلئے دشمن اپنی آخری تدبیر کرنے والا تھا۔ یعنی دروازے توڑ کر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنا آخری اشارہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد ایسے ہی وقت میں کیا کرتا ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ اُن کا کچھ بگاڑ سکے۔ دشمن ارادے کو عملی صورت میں نہیں لا سکا تھا۔ کہ ایک طرف سے ایک سارجنٹ معہ چند سپاہیوں کے روند کرتا ہوا آ نکلا۔ اس پولیس کے دستے کو دیکھکر یہ لوگ دوکانوں میں غائب ہو گئے اس وقت اندھیرے کی وجہ سے ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ آیا دشمن کے آدمی ہیں۔ یا پولیس ہے۔ مگر چونکہ قدرت دشمن کو ناکام رکھنے کی تدبیر کر چکی تھی۔ اس لئے خود بخود سارجنٹ کا دھیان ہماری طرف چھت پر جا پڑا۔ اس نے دیکھتے ہی زور سے پکارا اور چھت پر کون ہے؟"

خاکسار۔ کیا آپ پولیس مین ہیں۔

سارجنٹ۔ ہاں بتائیے کیا معاملہ ہے۔

خاکسار۔ اس وقت ہمارا مکان بہت سے آدمیوں نے گھیر رکھا ہے۔

ہم لوگ آپ کو اطلاع دیتے ہیں۔
سارجنٹ۔ آپ نیچے اتر آئیے۔
خاکسار۔ بہت بہتر جناب۔
سارجنٹ۔ اب بتائیے کیا بات ہے۔
خاکسار۔ بات یہ ہے کہ ایک بجے سے کچھ لوگ بذریعہ موٹر ہمارے مکان کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ اُن کی نیت مکان پر حملہ کرنے کی تھی۔ یہ لوگ اپنے آخری اشارے کر چکے تھے کہ آپ آ گئے۔
سارجنٹ۔ اب یہ لوگ کہاں چلے گئے۔
خاکسار اسلم۔ اس وقت یہ اُن دوکانوں میں چھپے ہوئے ہیں

چند آدمی باہر بھی اِدھر اُدھر دیواروں سے لگے کھڑے تھے۔ سارجنٹ نے ایک شخص کو پکڑ لیا۔ اور کہا تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ مگر سپاہیوں کی ڈانٹ پر کہنے لگا۔ کہ ہمیں راجہ صاحب کا حکم ہے کہ اس مکان پر پہرہ دو۔

سارجنٹ راجہ کا لفظ سن کر چونکا اور مجھے کہنے لگا۔ معاملہ ذرا اہم ہے آپ ٹھیرئیے میں کوتوال صاحب کو بلائے لاؤں۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں کوتوال صاحب بھی آ گئے۔ اتنے میں یہ لوگ دوکانوں سے نکل کر اکٹھے ہو گئے۔ اور کوتوال کے دریافت کرنے پر کہنے لگے۔ کہ

یہ مولوی ایک ہندو لڑکے کو زبردستی مسلمان بنا رہے ہیں اور وہ لڑکا اس وقت مکان میں ہے۔

کوتوال۔ (ہم سے مخاطب ہو کر) کیوں صاحب کیا بات ہے۔
خاکسار۔ بات یہ ہے کہ ایک ہندو جوان اپنی خوشی سے ہمارے پاس مسلمان

ہونے کو آیا ہے۔ مگر یہ صرف اُن کی زبردستی ہے۔ اور کچھ نہیں۔

کوتوال ۔ کیا میں اس لڑکے سے اس وقت کچھ دریافت کرسکتا ہوں؟

خاکسار ۔ بڑے شوق سے۔

کوتوال ۔ (لڑکے سے مخاطب ہوکر) کیوں بے تجھے مولوی لوگ زبردستی یہاں لائے ہیں اور تم اپنی خوشی سے مسلمان ہونا نہیں چاہتے۔

لڑکا ۔ نہیں صاحب نہ مجھے مولوی صاحبان زبردستی یہاں لائے۔ نہ مجھے زبردستی مسلمان بنا رہے ہیں۔ بلکہ میں نے خود جب دیکھا کہ اسلام ہی سچّا مذہب ہے تو مُسلمان ہونے لگا ہُوں ۔ اپنی خوشی سے یہاں آیا۔ اپنی خوشی سے مُسلمان بنوں گا۔

کوتوال ۔ کیا ابھی تک مسلمان نہیں ہُوئے۔

لڑکا ۔ نہیں ابھی تک نہیں۔

اتنا پوچھ کر کوتوال نے مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ کوتوالی میں لے گئے۔ اور رپٹ درج کرلی۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب ہندو قوم دوسری گورنمنٹ میں اسقدر چیرہ دستیاں کررہی ہے تو اپنی حکومت میں کیا کچھ نہ کرے گی۔ ایسے واقعات ہوتے ہوئے مسلمان بادشاہوں پر زبردستی کا الزام لگانے میں ازحد بےشرمی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک باحیا اور شریف انسان ایسا نہیں کرسکتا۔

مورچہ اُسپار

ایک احمدی مبلغ پر آریوں اور مرتد ملکانوں کا حملہ

باطل سے ڈرنے والے اے آریو نہیں ہم
سو بار کر چکے ہو تم امتحاں ہمارا

آریہ لوگ چونکہ ملکانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالکر اُن کو شدھ کرتے تھے۔ اور یہ خاک اُن کی آنکھوں میں پڑ نہیں سکتی تھی۔ جب تک کہ احمدی مجاہدین اس میدان سے چلے نہ جائیں۔ اس لئے آریوں کی تمام کوششیں یہ تھیں کہ کسی طرح ان احمدیوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ پھر بے فکر ہو کر کام کریں۔

پس انہوں نے مرتد ملکانوں کو بھکانا شروع کیا۔ اور انکو یہ سمجھا کر کہ شدھی کے کام میں یہی روڑا اٹکا رہے ہیں۔ احمدی مبلغین کے سر کر دیا۔ اور اکثر مقامات پر بے دریغ نہتے مجاہدین کو پیٹنا شروع کیا۔

چنانچہ ذیل کا واقعہ ثبوت کے لئے پیش ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آریوں کی نیّت کہاں تک بدل چکی تھی۔ اور اُن کے ارادے کہاں تک پہنچ چکے تھے۔

۲۶۔ جولائی ۱۹۲۳ء کو مسلم ملکانوں نے موضع اسپار میں عید الضحیٰ کی قربانی کی۔ اور بعض مرتد ملکانے خفیہ خفیہ گوشت لے جاتے رہے جب

آریوں کو خبر لگی تو اپنے زیر اثر مرتد ملکانوں کو اکسانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ شام تک پچاس ساٹھ آدمی لاٹھیوں سے مسلح ہو کر احمدی مبلغ پر ٹوٹ پڑے۔ اور بے شمار گالیاں دینے لگے۔ حملہ کر کے اس جھونپڑے کو گرا دیا۔ جس میں احمدی مبلغ بیٹھا تھا۔ چنانچہ وہ نیچے دب گیا۔ حملہ آوروں نے اس کو کھینچ کھینچ کر نکالا۔ اور پھر دھکے دیتے ہوئے گاؤں سے باہر لے گئے۔ اور کہا۔ کہ اب گاؤں میں داخل نہ ہونا ورنہ پھر ماریں گے۔ مولوی صاحب کو اُن کا اسباب بھی لینے نہ دیا جو جھونپڑے میں پڑا تھا۔ مگر اس بہادر مجاہد نے بہت استقلال سے کام لیا۔ اور اُن لوگوں کے سلوک کی کچھ پروا نہ کی۔ بڑی خوشی سے اس مصیبت کو جھیلا۔ اور آریوں کو صاف صاف کہہ دیا۔ کہ چاہے تم سب مجھے مار دو۔ میں اس گاؤں کو اپنے افسر کے حکم کے بغیر چھوڑ نہیں سکتا۔

فتنہ انگیزوں کو سزا

چونکہ انسانی اخلاق و شرافت کے ماتحت یہ ٹھیک نہیں تھا کہ بہت سے لوگوں کو اس گاؤں میں لیجا کر فساد برپا کیا جاتا۔ اور حکومت کے امن میں خلل ڈالا جاتا۔ اس لئے ہماری طرف سے باقاعدہ طور پر عدالت میں مقدمہ کیا گیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو آریوں کی دست درازیاں اور بھی بڑھ جاتیں۔ پھر یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ گورنمنٹ سے بھی ان لوگوں کو فتنہ انگیزی کا سرٹیفیکیٹ مل جائے۔ چنانچہ مسٹر فرنیئن جائنٹ مجسٹریٹ متھرا کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہُوا۔ اور ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو فیصلہ کر کے حکم سنا دیا گیا۔

۱۳۔ مرتدین ملکانوں کو زیر دفعہ ۱۴۷۔ تعزیرات ہند دس ۔ دس ۔ پندرہ ۔ پندرہ روپے جرمانہ کی سزا دی گئی ۔ اور ایک سال کے لئے حفظ امن کا مچلکہ لیا گیا۔ ایک سو روپیہ مستغیث مبلغ کو بطور معاوضہ دیا گیا۔ اس بہادر اور معزز مجاہد کا نام مولوی غلام رسول صاحب ہے ۔ جو جماعت احمدیہ پشاور کے ذی اثر اور ذی عزت ممبر ہیں:

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے آپ کو اس واقعہ پر مبارکباد کہی ۔

مکر و دغا

موضع امرسنگھ کا نگلہ ضلع ایٹہ میں واقعہ ہے ۔ اور چھوٹی لائن ۔ بی ۔ بی اینڈ سی ۔ آئی ریلوے کے اسٹیشن دریا گنج سے ۵ میل پر ہے ۔ آج یہاں کچھ شدھی کی گڑبڑ ہے ۔ اسی لئے لوگ جمع ہو رہے ہیں ۔ ایک طرف مسلمان اپنا ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں دوسری طرف آریہ لوگ براجمان ہیں ۔ غریب ملکانوں کو پھسلا بہکا کر شدھی پر تیار کر رہے ہیں ۔ ذیل میں ہم آریہ پنڈتوں اور ملکانوں کی کچھ باتیں درج کرتے ہیں ۔ جو کسی نہ کسی طرح ہمیں معلوم ہوئیں ۔

پنڈت ۔ دیکھو یہ مسلمان لوگ خصوصًا قادیانی بے فائدہ مارے مارے پھرتے ہیں ۔ حالانکہ تم اپنی برادری میں ملتے ہو اس میں دہرم کی کونسی بات ہے ؟

ملکانے ۔ جی ہاں یہ مولوی لوگ خواہ مخواہ بھاگتے پھرتے ہیں ۔

پنڈت ۔ ادہر آگرہ ۔ متھرا کی طرف تمام گاؤں سانہن ۔ رامپار ۔ نوگاؤں انور ۔ راتے بہا ۔ سب کے سب شدھ ہو گئے ۔ (جھوٹ) اب تمہیں

جلدی ہی کرنا چاہیے۔

ملکانے۔ ہاں ہم تو آج ہو ہی جائیں گے۔ مگر مہاراج ہم نے سنا ہے کہ ٹھاکر لوگ کھان پان نہیں کرتے۔ بلکہ انہوں نے پنچایت کر کے فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی شدھ لوگوں کے سنگ کھان پان نہ کرے۔ جو کرے گا برادری سے نکال دیا جائیگا۔

پنڈت۔ بالکل غلط ہے۔ یہ مسلمانوں کی چالاکیاں ہیں۔ تم نہیں سمجھتے۔ ٹھاکروں نے کوئی پنچایت نہیں کی۔ بلکہ بندرابن میں سب نے کھان پان کر لیا ہے۔ اور باقی سب کرنے کو تیار ہیں (جھوٹ)

ملکانے۔ یہ مسلمان بہت جھوٹ بولتے ہیں۔ ہمیں تو یہ ہی کہتے ہیں کہ آگرہ متھرا کی طرف سارے گاؤں ابھی شدھ نہیں ہوئے۔ اور نہ ٹھاکروں نے کھان پان کیا ہے۔

پنڈت۔ مسلمانوں کی کیا کہتے ہو۔ یہ تو ملیچھ ہیں۔ جھوٹ بولنا ان کا کام ہے (اپنی عادت کا اظہار) ان کے ہاں حقیقی بہن سے شادی کر لینا درست ہے۔ (سیاہ جھوٹ) یہ اصل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوجا کرتے ہیں (جھوٹ) اور مکہ میں پتھر کی پوجا کرتے ہیں (جھوٹ) یہ بڑے ظالم ہیں (آریوں سے کم) مسلمان بادشاہوں نے تمہارے باپ دادا کو زبردستی مسلمان بنا لیا تھا۔ (بالکل غلط)

ملکانے۔ اوہو ایسے ظالم ہیں اور ان کا دھرم ایسا برا ہے۔

پنڈت۔ دیکھو ہم تمہارے ساتھ کتنی ہمدردی کرتے ہیں۔ تمہیں روپیہ دیتے ہیں۔ تمہارے قرضے اتارتے ہیں۔ تمہیں کپڑے دیتے ہیں۔

ملکانے۔ مہاراج سنا ہے کہ دلی کے مسلمان ہندو ہو گئے۔

پنڈت۔ (دبی زبان سے) ہاں اب تو خود بخود مسلمان ہندو دھرم میں آتے جائینگے دیکھو ہمارے سوامی شردھانند جی کو مسلمان جامع مسجد میں لے گئے اور بڑے مولوی کی جگہ ان کو کھڑا کر کے لیکچر کرایا۔ کچھ بات تھی تو ایسا کیا۔ اب تو گاندھی جی بھی بڑے بڑے مسلمانوں سے یہی صلاح کر رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ہندو بن جانا چاہیئے۔ اور محمد علی وغیرہ تو تیار ہیں۔ مہاتما گاندھی کو اپنا سردار کہتے ہیں۔ اور بالکل اُن کے کہنے میں ہیں۔

اسی طرح باتیں کرتے کراتے شدھی کا وقت قریب آیا۔ مگر احمدی مجاہدین نے جا کر ملکانوں کو کہا کہ تم اپنے پنڈتوں سے مقابلہ کرالو۔ اگر جیت گئے تو شدھ ہو جانا۔ یہ سُن کر کچھ من چلے ملکانے پنڈت کے پاس گئے۔ اور مباحثہ کے لئے کہا۔ گو پنڈت جی نے ہرچند ٹالا مگر یہ کچھ ایسے چمٹے۔ کہ جبراً و قہراً پنڈت جی کو مباحثہ پر تیار ہونا ہی پڑا۔ کیونکہ اگر اس وقت انکار کرتے تو کام بگڑ جاتا۔

ڈھول کا پول

میدان مقابلہ

شرائط مباحثہ طے ہوئیں۔ گاؤں سے باہر ایک باغ میں مباحثہ شروع ہوا۔ پہلے ایک گھنٹہ میں احمدی مجاہد مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل نے یہ بتانا تھا کہ قرآن مجید کامل الہامی کتاب ہے اور پنڈت جی

نے اعتراض کرنا تھے۔
دوسرے گھنٹہ میں پنڈت جی نے یہ سمجھانا تھا کہ ویدک دھرم ست ہے
اور وید الہامی کتاب ہے۔ اور جناب مولانا نے اس پر اعتراض کرنا تھے۔

پہلا گھنٹہ

مولانا شمس۔ صاحبان! قرآن مجید ہی آج دنیا میں ایسی کتاب رہ گئی ہے۔
جو نجات کا راستہ دکھاتی ہے۔ اگرچہ اس کی بہت سی دلیلیں ہمارے
پاس ہیں۔ مگر فی الحال میں ایک دلیل دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔
خدا تعالیٰ کا اس کتاب کے متعلق وعدہ ہے کہ اس کو کوئی مٹا نہیں
سکتا۔ مگر کوئی اور کتاب ایسا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ کہ خدا نے اس کے
ساتھ بھی یہی وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس کا ثبوت کھلا کھلا اور بہت صاف
یہ ہے کہ فرض کرو اگر دنیا کی تمام مقدس کتابیں وید۔ انجیل۔ توریت،
قرآن مجید اکٹھی کر کے جلا دی جائیں۔ یا سمندر میں پھینک دی جائیں۔
تو کوئی کتاب باقی نہیں رہ سکتی۔ مگر قرآن۔ اور کسی کا دھرم درست
نہیں رہ سکتا۔ مگر اسلام۔ کیونکہ دنیا میں لاکھوں مسلمان ہونگے۔
جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔
پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن ہی خدا کی کتاب ہے کیونکہ ہم دیکھتے
ہیں کہ ہندوستان میں یا دنیا میں۔ وید یا انجیل کا کوئی حافظ موجود
نہیں۔
پنڈت۔ واہ یہ کیا دلیل ہے قرآن میں سینکڑوں نقص ہیں۔ خدا کو مکار
لکھا ہوا ہے۔ کیا خدا بھی مکر کرتا ہے۔

مولانا شمس۔ آپ کو اتنی سمجھ نہیں کہ کر عربی کا لفظ ہے۔ نہ ہندی کا۔ عربی
میں اس لفظ کے معنی تدبیر کے ہیں۔ اگر ایک زبان کے الفاظ کا ترجمہ
دوسری زبان میں سمجھنا ہو۔ تو علم کی ضرورت ہے۔ آپ کے ہاں بھی
ایشور کو سواہہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ پنجابی میں سواہہ راکھ کو کہتے ہیں
اور پھر پرمیشور کو متی اور رودر کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ نام ہرگز خدا کے
شایاں نہیں۔ پھر سنسکرت میں لفظ شریر کے معنی جسم کے ہیں۔ مگر اردو
میں بدمعاش کو کہا جاتا ہے۔

پنڈت۔ مسلمانوں میں چار شادیاں جائز ہیں۔ جو شہوت پرستی کی دلیل
ہے۔

مولانا شمس۔ اگر چار شادیاں کرنا شہوت پرستی ہے۔ تو امردوں سے
نیوگ کرانا کیا ہو گا۔ ذرا سمجھ کر جواب دینا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے
ہیں کہ ہندوؤں کے بزرگوں میں بھی چار چار بلکہ زیادہ شادیوں کا رواج
تھا۔ چنانچہ راجہ دسترتھ کے چار رانیاں تھیں۔ جو سری رامچندر جی
کے والد تھے۔ پھر ایک اور لطیفہ سنیئے کہ اسلام نے تو ایک مرد کیلئے
چار عورتیں مقرر کی ہیں۔ جو فطرت کے خلاف نہیں۔ مگر آپ کے ہاں تو
ایک عورت کے پانچ پانچ خاوند ہوتے ہیں۔ جو ایک خلاف فطرت
فعل ہے۔ دروپتی اور پانڈو کو یاد کرلو۔

پنڈت۔ ہم آریہ ہیں ان باتوں کو نہیں مانتے۔ رامچندر جی ایک راجہ تھے
اور بس۔ ایسے ہی دروپتی کی مثال ہمیں قائل نہیں کرسکتی۔ یہاں پر
ملکانے حیران ہوکر پنڈت کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ اور آریہ پریزیڈنٹ
نے بھی پنڈت کا ہاتھ دبایا۔ کہ یہ کیا غضب کردیا۔ ہم ان جانوروں کو

دہرم سماجی بتلاتے ہیں۔ آپ نے آریہ کہکر پول ہی کھول دیا)

پنڈت۔ (بات کوٹال کر) مسلمان بادشاہوں نے زبردستی اسلام پھیلایا تھا۔

مولانا شمس۔ آپ کی ٹال سے بات چھپ نہیں سکتی۔ آپ لوگ سب اوتاروں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ کرشن مہاراج کو بھی معمولی آدمی خیال کرتے ہیں۔ اور آپکے دیانندجی نے ہر مذہب کے بانی کو برا بھلا کہا ہے مسلمان بادشاہوں کی زبردستی کو قرآن مجید کے الہامی ہونے سے کیا تعلق۔ پنڈت جی ذرا سوچیے کہ آپ کدہر جا رہے ہیں۔ سنئے اس کا جواب (مسلمان بادشاہ اگر زبردستی اسلام پھیلاتے تو سب سے پہلے بنئے مسلمان ہوتے۔ کیونکہ یہ قوم زیادہ ڈرپوک ہے۔

پنڈت۔ اجی جناب بنئے مہاجن مالدار قوم ہے۔ یہ لوگ شاہی فوج کے سپاہیوں کو روپے دیکر اپنا دہرم بچا لیتے تھے۔

مولانا شمس۔ کیا اسی عقل پر آپ کو ناز ہے۔ اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ جب شاہی فوجیں بقول آپکے ہندوؤں کا دہرم زبردستی چھین لیتی تھیں تو کیا روپیہ زبردستی نہیں لے سکتی تھیں۔ (اس پر تمام حاضرین ہنس پڑے۔)

آنریری پریزیڈنٹ۔ پنڈت جی آپ کا وقت ہو چکا۔ اب دوسرا وقت ہوتا ہے۔ اس میں آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وید الہامی کتاب ہے۔ اور ہماری طرف سے اعتراض ہونگے۔

دوسرا گھنٹہ

پنڈت۔ میں سب سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو وید منتر پیش کیا جائیگا

اس کو سنسکرت میں پڑھنا ہوگا۔

خاکسار اسلم۔ (احمدیہ پریزیڈنٹ) اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آپ نے ہر قرآنی آیت کو عربی میں نہیں پڑھا۔ اور جو پڑھی بھی سخت غلط دوسرے ہم جو ترجمہ پیش کرینگے آریہ سماج کا مسلمہ ہوگا۔ ان ترجموں کو قبول کرنا آپ کا فرض ہے۔

پنڈت۔ ہم ترجموں کو نہیں مانیں گے۔

خاکسار اسلم۔ تو میں پبلک کو یہ کہنے کا حقدار ہوں گا۔ کہ ویدوں کے اندر گندہ تعلیم ہے۔ جس کو چھپانے کی غرض سے آپ بہانہ کر کے مباحثہ سے گریز کرتے ہیں۔

اس کے بعد گڑبڑ پڑ گئی اور پبلک اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملکانوں نے سمجھ لیا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ کہ ویدوں کے اندر ضرور کوئی نقص ہے۔ اسی لئے پنڈت نے شور ڈال دیا۔ مولوی جمیر جوز بر ہے، سب نے جا کر پنڈت کو گھیر لیا۔ اور کہا۔ کہ آپ نے تو کہا تھا کہ ہم دہرم سماجی ہیں مگر اب بتایا ہے کہ آریہ ہیں۔ یہ آپ نے جھوٹ کیوں بولا۔ غرض اسی طرح یہ معاملہ ختم ہوگیا۔ اور ملکانے شدھ ہونے سے اس وقت رک گئے۔ آریہ ناکام واپس ہوئے۔

چوتھی منزل

رمتا جوگی

(۱)

ابھی سورج نکلا نہیں۔ صبح کا سہانا وقت ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ فرخ آباد سے دریائے گنگا پر سے گذرتی ہوئی جو سڑک شاہجہانپور کو گئی ہے۔ اس پر ایک سادھو جا رہا ہے۔ ابھی یہ گنگا کے پار ہی ہوا ہے۔ کہ راستے میں ایک انگریز پادری اور ایک دیسی پادری نے اُسے اپنی طرف بلایا۔ اور پوچھنے لگے آپ کون ہیں۔

جوگی۔ خدا کا بندہ!

پادری۔ نہیں نہیں ہمارا مطلب ہے۔ کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔

جوگی۔ آپ کا مذہب کیا ہے اور جناب کا اسم مبارک۔

پادری۔ ہم لوگ مسیحی مذہب رکھتے ہیں۔ اور میرا نام جین ویر ہے۔

جوگی۔ تو جناب میں بھی مسیح کو ماننے والا ہوں۔ بلکہ میں دو مسیحوں کو مانتا ہوں۔

جین ویر۔ دو کون کون سے؟

جوگی۔ ایک مسیح ناصری دوسرا مسیح قادیانی۔ جو محمدؐ رسول اللہ کا ایک

غلام ہے۔

جین ویر۔ اوہو آپ قادیانی ہیں۔

جوگی۔ نہیں جناب میں پنجابی ہوں اور پھر لودیانوی۔

جین ویر۔ آپ مسیح ناصری کو کیا مانتے ہیں۔

جوگی۔ خدا کا بندہ۔ اور نبی۔

جین ویر۔ خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے ہیں۔

جوگی۔ اس لئے کہ یہ بالکل غلط بات ہے۔

جین ویر۔ بہت اچھا آداب عرض! چلتے ہیں۔

جوگی۔ آپ کدھر جا رہے ہیں۔

جین ویر۔ ایک گاؤں میں۔ کیونکہ کچھ چمار عیسائی ہونیوالے ہیں۔

جوگی۔ اس ضلع میں آپ نے کس قدر چماروں کو عیسائی بنا لیا ہوگا۔

جین ویر۔ اب تک بہت سے ہو جاتے۔ مگر آریہ لوگ اب روک پیدا کر رہے ہیں۔

جوگی۔ سو خدا نے ہمیں آریوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا ہے۔

جین ویر۔ ہاں میں نے آپ لوگوں کی بابت سُنا ہے۔ آپ کی ہمت واقعی قابل تعریف ہے۔ یہ کہکر پادری صاحب رخصت ہوئے اور جوگی صاحب بھی چلدئے۔

(۲)

جوگی چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا۔ جو گنگا سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گاؤں میں داخل ہوکر ایک چوپال پر جوگی نے احمد خاں کہہ کر آواز دی۔

احمد خاں۔ کون ہے کیا کہتے ہو۔
جوگی۔ ادھر آؤ۔ ہماری بات سنو۔
احمد خاں۔ آتا ہوں بتاؤ
جوگی۔ تمہیں کھانسی ہو رہی ہے۔ اور سخت بخار ہو رہا ہے۔ کئی دن سے قبض بھی ہے۔
احمد خاں۔ ہاں یہ سب باتیں درست ہیں۔ مگر آپکو کس نے بتایا ہے۔ اور آپ کہاں سے آرہے ہیں۔
جوگی۔ ہم درویش آدمی ہیں۔ ہمارا کام یہی ہے۔ کہ مخلوق خدا کی مدد کریں بیماروں کی خدمت کریں۔ لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔ یہی ہمارے مرشد نے بتلایا ہے۔
احمد خاں۔ آپ اوپر مکان پر چلئے۔
جوگی۔ نہیں میں مکان میں نہیں جاؤں گا۔ یہ لو دوائی۔ یہ گولیاں قبض کی ہیں۔ اور یہ پڑیہ کھانسی کے لئے ہے دودھ سے کھا لینا۔
احمد خاں۔ (دوائی لے کر) شاہ صاحب آپ تو کوئی ولی ہیں۔ آپ ایک رات ضرور رہئے۔
جوگی۔ نہیں ہم نے ابھی ایک اور گاؤں میں جانا ہے۔ وہاں بھی ایک بیمار ہے۔ ہماری ایک نصیحت ہے، اُس کو سُن لو۔ اس پر عمل کرنا۔
احمد خاں۔ جو کہو مانوں گا۔ (ہاتھ باندھ کر)
جوگی۔ ہاتھ مت باندھو۔ یہ اسلام میں درست نہیں۔ ہماری نصیحت یہ ہے کہ نماز پڑھو اور مولوی لوگوں سے اسلام کی باتیں سنو۔ آریوں کے مکر سے بچو۔ بس۔ یہ کہکر جوگی آگے چل دیا۔ اور احمد خاں دیکھتا رہ گیا

اور حیران ہو گیا۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ مگر اس کو کیا معلوم کہ یہ خدائی باتیں ہیں۔

(۳)

دو بجے دن کا وقت ہے۔ گرمی آگ بن کر برستی ہے۔ دہوپ کی طرف دیکھا نہیں جاتا۔ چاروں طرف سناٹا ہے۔ نیچے سے زمین تپ رہی ہے۔ اوپر سے دہوپ پڑ رہی ہے۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں چونچیں کھولے پڑے ہیں۔ انسان گھر میں گھسے ہوئے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں۔ جو ایسے وقت میں باہر نکلے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہی جوگی مواضعات سے پھرتا پھراتا گنگا والی سڑک پر اپنی موج میں فرخ آباد کی طرف آرہا ہے۔ سر بھی ننگا ہے۔ پاؤں بھی ننگے ہیں۔ اور وہ بھی زخمی ہو رہے ہیں۔ زمین گرم ہونے کی وجہ سے کبھی اس درخت کے نیچے بھاگ کر ہو جاتا ہے۔ کبھی اس درخت کے نیچے۔ دریائے گنگا کی ریت میں آکر اور بھی مصیبت پڑتی ہے۔ کیونکہ اول تو ریت سخت گرم۔ دوسرے کوئی درخت نہیں۔ کہ جس کے سائے میں آرام کر سکے۔ بڑی مشکل سے گھٹیا گھاٹ پر پہنچتا ہے۔ گرمی کے مارے ہوش بجا نہیں رہتے۔ منہ سے خون جاری ہو جاتا ہے۔

ایسی حالت میں ایک شخص فرخ آباد کا رہنے والا اسے دیکھ پاتا ہے۔ اور نزدیک آکر کہتا ہے۔ اسلم صاحب۔ یہ کیا حالت ہے۔ کہاں سے آرہے ہیں۔

خاکسار اسلم۔ میں ان دیہاتوں سے گھوم کر آیا ہوں۔

شخص۔ مگر اس قدر کیوں گھومتے ہیں۔ پاؤں میں زخم ہو رہے ہیں۔ بخار چڑھ رہا ہے۔ منہ سے خون جاری ہے۔ کیا آپ ان تکلیفات سے

گھبراتے نہیں۔

خاکسار اسلم۔ بیشک آپ کی بات درست ہے۔ مگر ہم لوگ خدمت دین کو نکلے ہیں۔ اور یہ جو مشکلات ہمیں پیش آرہی ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ صحابہ کرام نے اسلام پر اپنی جانیں قربان کردیں۔ اور خون بہادیے۔ اس لئے ہمارا نفس ہمیں تربیت نہیں دے سکتا۔

شخص۔ بیشک آپ لوگوں نے اس علاقے میں خوب کام کیا۔ آپ کے سب مبلغ ایسی ہی جانفشانی سے کام کرتے ہیں۔ مگر یہ بتائیے۔ کہ آپ نے یہ جوگیانہ لباس کیوں پہنا ہے۔

خاکسار اسلم۔ بات یہ ہے کہ آریوں نے ملکانوں کو مولویوں سے اس قدر متنفر کردیا ہے۔ کہ وہ مولویوں کی بات نہیں سنتے۔ اور بری طرح حقارت سے دیکھتے ہیں اور اپنے گاؤں میں گھسنے نہیں دیتے۔ اس کے علاوہ مولویوں نے خود ملکانہ مواضعات میں ایسی ایسی حرکات کی ہیں۔ جن سے وہ لوگ اُن کی بات اب بالکل نہیں سنتے۔ اس لئے مجھے ضرورت پڑی۔ کہ کم از کم اس لباس میں وہ بات تو سنیں گے۔ اور میں اُن کو اسلام تو پہنچا سکوں گا۔ اس کے علاوہ اس لباس کے اور بھی بہت فائدے ہیں۔

شخص۔ اچھا اب چلئے فرخ آباد کو میں بھی جا رہا ہوں۔

خاکسار اسلم۔ چلئے میں بھی تیار ہوں۔

مُجاہدین

(۱)

احمدی مجاہدین نے میدانِ ارتداد میں وہ محنت و مشقت اٹھائی جس کی مثال اس زمانے میں نہیں مل سکتی۔ کئی کئی دن بھوکے رہنا پڑا۔ بعض اوقات درختوں کے پتے کھائے۔ اکثر مقامات پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے بہت بیکل ہوئے۔ سینکڑوں میل پیدل سفر کیا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے مکان سے بیمار ہو گئے۔ اندھیری راتوں میں چلے۔ ندی میں سے گذرنا پڑا۔ گرمیوں کی سختی۔ دھوپ کی تمازت۔ جسمانی عوارض۔ آریوں کے ظلم۔ مرتد ملکانوں کے ستم سب کچھ برداشت کیا۔ مگر کام برابر جاری رکھا۔ اور قدم آگے ہی بڑھایا۔ اور دشمن کو ہر مقام پر شکست دی۔ حالانکہ علاقہ غیر زبان دوسری راستوں سے ناواقفیت تھی۔

اس کے علاوہ بہت سے ہندی و اردو ٹریکٹ شایع کئے۔ اکثر مقامات پر تقریریں کیں۔ اور بھولے ملکانوں کو سمجھایا۔ تب جاکر ملکانہ قوم نے بڑی بڑی پنچایتیں کیں جو مین پوری۔ فرخ آباد نبولی متصل قنوج۔ لوہاری ضلع ایٹہ میں ہوئیں۔ غرض اس خوابیدہ قوم کو بیدار کیا۔ اس کے بچوں کو تعلیم دی۔ ان باتوں کے علاوہ آریوں کو مقابلے پر بار بار للکارا۔ اور ایک اعلان دعوت مقابلہ شایع کر کے تمام علاقے میں پھیلا دیا۔ مگر سے

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہمنے

اب ہم نیچے چند ایسے مجاہدین کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے نہایت جانفشانی سے کام کیا۔

اوّل۔ جناب بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔

آپ تقریباً ادھیڑ عمر کے آدمی ہیں۔ داڑھی کے بال سفید ہو رہے ہیں قد لمبا جسم کے لاغر۔ مگر نہایت مستعد۔ بہت مضبوط انسان ہیں۔ آپ جنم کے ہندو برہمن ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ مسلمان ہونے میں جو جو دقتیں آپ کو پیش آئیں وہ نہایت عبرتناک ہیں۔ مگر افسوس کہ ان کا ذکر یہاں نہیں ہو سکتا۔

آپ نے میدان ارتداد میں پہلے ایک سہ ماہی وقف کی۔ مگر آپ کا وجود اس میدان میں بہت مفید ثابت ہوا۔ اس لئے حضرت اقدس نے ایک سہ ماہی کے لئے اور مقرر فرمایا۔ امیر المجاہدین نے آپ کو انسپکٹر جنرل کے کام پر مامور کر دیا۔

جناب بھائی صاحب نے اپنی خدمات کو ایسے احسن طریق پر سرانجام دیا کہ حضرت اقدس و دیگر حکام بالا بہت ہی خوش ہوئے۔ آپ ایک ایک دن میں چالیس چالیس میل پیدل سفر کر لیتے تھے۔ اگرچہ عمر زیادہ ہے۔ مگر دل کے قوی ہیں۔ ابھی فرخ آباد میں بیٹھے ہیں۔ اور ابھی ضلع اینہ میں گھوم رہے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے میدان ارتداد میں سخت تکالیف اٹھا کر اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

دوم۔ ڈاکٹر نورالدین صاحب بھیروی۔

آپ ماشاءاللہ نوجوان ہیں۔ اور بہت جوشیلے مبلغ ہیں۔ آپ کو مرتد
ہونے والے ملکانوں اور آریوں نے بہت دکھ دیئے۔ گاؤں سے نکال دیا
رہنے کو جگہ نہ دی۔ اگر کسی نے رحم کھاکر دی تو اُسے دھمکایا۔ ڈرایا۔ آپ
نے اکثر فاقے بھی کئے۔ کیونکہ کھانے کا کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ مگر آریوں کا
خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ کو جس مقام پر اور جس کام پر لگایا گیا۔ اسے
جانفشانی سے کیا۔

سوم۔ شیخ یوسف علی صاحب۔ بی۔ اے۔

آپ بھی خدا کے فضل سے نوجوان ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت
دین کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور سلسلے کے ایک نہایت قلیل وظیفے پر
گذارہ کرتے ہیں۔ آپ نہایت شریف اور سیدھے سادھے انسان ہیں۔
جسم بہت کمزور ہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے میدان ارتداد میں ۱۵-۱۵
میل کا روزانہ پیدل سفر کیا ہے۔ آپ ضلع متھرا کے انسپکٹر مقرر تھے۔

چہارم۔ میاں عبد القدیر صاحب۔ بی۔ اے۔

آپ نے بھی اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے
بہادر نوجوان ہیں۔ اور بہت مستعد اور مضبوط ہیں۔ خدا تعالیٰ نے عقل
رسا عطا فرمائی ہے۔ حضرت اقدس نے میدان ارتداد میں وفد بھیجنے سے
پہلے آپ ہی کو اس علاقے میں حالات دریافت کرنے کو بھیجا تھا۔ چنانچہ
آپ نے اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے سرانجام دیا۔ اور ایک مکمل اور
صحیح رپورٹ تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کی۔ جس کی حضرت اقدس
نے بہت تعریف فرمائی۔ اور نہایت پسند کیا۔ آپ ضلع مین پوری کے خاص
علاقے کے انسپکٹر مقرر ہوئے۔

مندرجہ بالا دوستوں کے علاوہ اور بہت دوست بھی ہیں۔ جنہوں نے کام کو عمدگی سے کر کے اچھے نتائج پیدا کئے۔ اُن کے صرف نام لکھ دیئے جاتے ہیں۔

چوودھری بدر بخش صاحب آپ نے ساندھن میں بہت اچھا کام کیا۔

مولوی محمد حسین صاحب مبلغ گھنو کا نگلہ ضلع ایٹہ۔

مولوی عبد الخالق صاحب مبلغ لوہاری ضلع ایٹہ۔

میاں عبد الرشید صاحب مبلغ واحد پور ضلع فرخ آباد۔

ڈاکٹر نور احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن آپ نے بھی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ آپ نے ساندھن میں کام کیا۔

ڈاکٹر شمس الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔

ڈاکٹر عبد الغفار خاں صاحب آف پشاور۔

حکیم مرزا محمد شفیع صاحب۔ مدیر حامی الصحت لاہور

حکیم مولوی غلام محمد صاحب قادیانی۔ حکیم قطب الدین صاحب قادیان

بابو ابراہیم صاحب سیالکوٹ۔

میاں محمد سعید صاحب سیالکوٹ۔

محمد ایوب خاں صاحب ہزارہ ایبٹ آباد۔

محمد یامین صاحب کتب فروش قادیان۔

مولوی عبد العزیز صاحب بھینی شرقپور۔

حافظ ملک محمد صاحب پٹیالہ۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دوست ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اُن کے نام یاد نہیں رہے۔

معرکہ بھرتپور۔ مورچہ اکرن

اکرن ریاست بھرتپور میں ایک گاؤں ہے۔ آریوں نے یہاں کے ملکانوں کو کسی نہ کسی طرح شدھ کر لیا تھا۔ مگر جب احمدی مبلغین یہاں پہنچے۔ تو اس گاؤں کے چند خاندانوں نے اور موضع چارلی گنج کے تمام ملکانوں نے چودہری فتح محمد صاحب کے ہاتھ پر دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۲۳ء کا ہے۔

لیکن جب آریوں نے اپنی کوششوں پر اس طرح پانی پھرتا دیکھا۔ جب ان کی تمام محنت خاک میں مل گئی۔ جب اُن کو احمدی مجاہدین کے ہاتھ ہزیمت اٹھانا پڑی۔ تو بہت سٹ پٹائے۔ اور سمجھے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ جب کچھ پیش نہ گئی۔ تو ریاست کا دامن پکڑا چنانچہ یہ داؤ ان کا چل گیا۔ ریاست نے شردھانند کے چیلوں کی پیٹھ ٹھونکی اور اپنے حکام کو آریوں کی مدد کا اشارہ کر دیا۔

حکام تو پہلے ہی احمدی مبلغین کی تخریب کے درپے تھے۔ اب تو اُنکو اور بھی آزادی ہو گئی۔ پس اُن حکام نے احمدی مجاہدین پر جو جو ظلم ڈھائے اور جس طرح ناجائز دباؤ ڈالے اور جبر کئے ان کا مفصل نقشہ الفاظ میں نہیں کھنچ سکتا۔

دوبارہ اسلام لائے ہوئے ملکانوں پر اس قدر سختیاں شروع کیں کہ الامان۔ ان کو ڈانٹا۔ دھمکایا۔ ڈرایا۔ اور مجبور کیا۔ کہ پھر شدھ ہو جاؤ۔ آہ بیکسی بھی کیسی بری چیز ہے۔ بیچارے خوف کے مارے پھر شدھ ہو گئے لیکن آریوں کو یہ خطرہ برابر لگا رہا۔ کہ کہیں دوبارہ احمدی لوگ انہیں مسلمان

نہ بنالیں۔ اس لئے وہ یہ کوشش کرنے لگے کہ کسی طرح ان کا اخراج یہاں سے ہوجائے۔ چنانچہ ریاست سے یہ قانون پاس کرا لیا۔ کہ کوئی مبلغ یہاں ۲۴ گھنٹے سے زاید نہ رہنے پائے۔

مائی جُمیّا

اگرچہ آریوں نے ظلم وستم سے تمام گاؤں کو شدھ کرلیا۔ مگر پھر بھی اسلام کے پودے کو جڑ سے نہ کاٹ سکے۔ کیونکہ ایک ستر سالہ بڑھیا بڑے استقلال سے اسلام پر قایم رہی۔ اور آریوں کے ہزار ظلموں پر بھی اس نے اپنا پاؤں نہ ڈگمگایا۔ اس کے بیٹوں نے آریوں کے دھمکانے سے اس بڑھیا کو بہت کہا۔ کہ شُدھ ہوجاؤ۔ تمام آریہ اور ریاست کے حاکم کہہ رہے ہیں۔ جب یہ نیک بخت عورت نہ مانی۔ تو بہت سے دکھ دیئے۔ اپنے گھر سے نکال دیا۔ روٹی دینا بند کردی۔ مگر بڑھیا یہی کہتی گئی کہ "بُبیا میں اسلام کو ناہیں چھوڑ سکت۔ چاہے گردن کٹ جائے"۔ سُبحان اللہ ایمان ہو تو ایسا ہو۔

اس بڑھیا کو احمدی مجاہدین سے بہت محبت تھی۔ اپنے بچوں سے زیادہ الفت کرتی تھی۔ اور بہت ہمدرد تھی۔ چونکہ اس کے بیٹوں نے اسے روک رکھا تھا۔ اس لئے اکثر رات کو چھپ کر احمدی مبلغین کے پاس آتی اور اپنا دکھ درد سناتی۔

ایک بار اُس کی فصل پک کر تیار ہوگئی۔ مگر چونکہ سب نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس لئے فصل کاٹنے کو کوئی آدمی نہ ملتا تھا۔ اس وقت احمدی مجاہدین نے پورا پورا مجاہدہ کیا۔ ہاتھوں میں درانتیاں پکڑ کر بڑھیا کی فصل

کاٹنا شروع کی اور ساری کاٹ دی۔ فصل کاٹنے والوں میں سے ایک نہایت معزز شخص جناب قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ بھی تھے۔ اللہ اللہ ایمان کے بھی کرشمے عجیب و غریب ہیں۔

جناب قاضی صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اور کئی سال انگلستان میں مبلغ رہ چکے ہیں۔ مگر یہاں بہ کس سادگی سے اپنی پوزیشن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ ایک ادنیٰ ترین کام کو خوشی خوشی کیا۔

اِن واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ احمدی لوگ دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے ہیں۔

جب ریاست نے یہ حکم دے دیا۔ کہ کوئی مبلغ ریاست کی حدود میں ۲۴ گھنٹے سے زیادہ نہ ٹھیرے۔ تو مجبوراً احمدی مجاہدین کو قانون کی پابندی کرتے ہوئے ریاست سے باہر آنا پڑا۔ کیونکہ احمدی جماعت ایک با امن جماعت ہے۔ احمدی سپاہیوں نے ریاست سے نکل کر اس کی حدود پر چھاؤنی ڈال دی۔ اور بعض سرکاری علاقے میں جو حدود پر ہی تھے مورچہ بندی قایم کر لی۔ اور انتظام یہ کیا کہ ایک مبلغ جاتا اور ۲۴ گھنٹے کے بعد وہ آجاتا دوسرا چلا جاتا

جب ریاست نے دیکھا کہ یہ لوگ اب بھی کام کر رہے ہیں تو صاف صاف حکم دے دیا۔ کہ مبلغ کی حیثیت میں کوئی ریاست میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر احمدی مجاہدین اپنے فرائض کو سمجھتے تھے۔ وہ ایسے بھولے بھالے نہ تھے۔ کہ اپنے مسلم ملکانہ بھائیوں کو آسانی سے اس طرح بے پناہ دشمن کے پنجے میں چھوڑ دیتے۔ اس لئے ریاست کی کونسل تک پہنچے اور پورا پورا زور لگایا۔

ناظم ریاست سے جو گفتگو ہوئی ہم نیچے درج کرتے ہیں۔

احمدی۔ ریاست نے ایسا قانون کیوں جاری کیا ہے۔ جو مذہبی آزادی میں مخل ہو۔

ناظم۔ ریاست کے قواعد گورنمنٹ کے قواعد کی طرح نہیں ہوتے۔ یہاں حکام جو چاہتے ہیں حکم دے دیتے ہیں۔ اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

احمدی۔ آخر مہاراجہ صاحب کسی بنیاد پر ہی ہمارے متعلق ایسا حکم دینگے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کانشنس کو ضرور استعمال کریں گے۔

ناظم۔ اگر وہ نکال دینے کا حکم دیں۔ تو تم کیا کر سکتے ہو۔ کیا تم ریاست کے مقابل پر کوئی فوج لا سکتے ہو۔

احمدی۔ ہم حکم کی پابندی کریں گے۔ مگر ساتھ ہی چارہ جوئی بھی کریں گے۔

ناظم۔ آخر آپ لوگ اب یہاں کیوں ٹھہرے ہوتے ہیں۔ جب کہ سارا گاؤں شدھ ہو چکا ہے۔

احمدی۔ بیشک۔ سارا گاؤں شدھ ہو چکا ہے اس کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر ایک بڑھیا جیا ابھی تک مسلمان ہے۔ اور ہم اس کی حفاظت کے لئے ٹھیرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ کل کو مر گئی۔ تو ایسا نہ ہو کہ اسے جلا دیا جائے۔ ہم لوگ اس کی تجہیز و تکفین اسلامی طریق پر کرینگے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہے۔

ناظم۔ یہ بالکل بیہودہ دلیل ہے۔

احمدی۔ آپ اسے جو چاہیں سو کہیں۔ مگر ایک منصف آدمی اسے بیہودہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے۔ کہ جب آریوں نے ہمارے بھائی مسلمانوں کو شدھ کر کے ہندو بنا لیا۔ تو ہمارا ابھی حق ہے

کہ اُن کو سمجھا کر دوبارہ مسلمان بنائیں۔
ناظم۔ اس میں ریاست کی ہتک ہے کیا ریاست کے اندر ایسے آدمی نہیں۔ جو اُنکو اسلام سکھا سکیں۔
احمدی۔ یہ کوئی سنجیدہ دلیل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا ریاست کے اندر کوئی قابل شخص نہ تھا جو تھانیدار بنایا جاتا۔ کیونکہ آپ کے ہاں اس علاقے کا تھانیدار پنجابی ہے۔ کیا اس میں ریاست کی سبکی نہیں
ناظرین اگرچہ معقول دلائل دی گئیں۔ مگر ناظم صاحب پر ایک بھی کارگر نہ ہوئی اور ہوتی کیسے جب پہلے سے فیصلہ ہو چکا تھا۔ مگر احمدی مجاہدین نے اس پر بھی ہمتیں نہ ہاریں۔ اور آخر دم تک کوشش جاری رکھی آخر فتح نصیب ہوئی جس کا ذکر آگے آئے گا۔
معرکہ بھرتپور میں سلسلے کے جن جلیل القدر اصحاب نے حصہ لیا۔ اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔
جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔
جناب مولوی فضل دین صاحب وکیل۔
چودہری نصر اللہ خاں صاحب وکیل۔
ان کے علاوہ مرکز آگرہ میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے
جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے۔
جناب نواب محمد علیخاں صاحب جاگیردار۔
بھرتپور کے نادر اسلوک اور جابرانہ رویہ کے سلسلے میں اخبارات نے عام مسلمانوں کو بہت توجہ دلائی۔ اور بعض نے اسکے متعلق کچھ لکھا بھی۔ مگر کما حقہ اس طرف توجہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد ازاں راجہ بھرتپور

کو مسلمانوں کی عبادت گاہوں یعنی مسجدوں کو گرانے کی جرات ہوئی۔

ریاست بھرتپور میں احمدیوں کی شاندار فتح

پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ بہادر احمدی باوجود ریاست کے جابرانہ سلوک کے مقابلے پر ڈٹے رہے۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بچانے کی فکر کرتے رہے۔ ریاست سے باہر چند دیہات میں کیمپ لگا دیئے۔ جہاں پر ریاست کے مرتد ملکانے آتے رہے۔ اس طرح اپنی وعظ و نصیحت جاری رکھی۔ اور اسلام کی خوبیاں بتاتے رہے۔ آخرکار شدھی کا طلسم ٹوٹا اور موضع اول میں ریاست کے گاؤں بلوٹھی کے سولہ خاندانوں نے ستمبر کو جناب امیر المجاہدین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

الحمد للہ اس موقع پر ساندہن۔ فتح پور۔ اسپار۔ بسیا۔ کے مسلم ملکانے بھی شامل ہوئے۔ سب نے مل کر کھان پان کیا۔ اور آپس میں مل بیٹھ کر حقہ پیا۔ کیونکہ حقہ کا باہمی استعمال کرنا ان میں بہت ضروری ہے۔ اس حالت کا فوٹو بھی لیا گیا۔ تاکہ آریہ لوگ اس ذلیل شکست کا انکار نہ کرسکیں جو اُن کو اس زبردست ریاست میں نصیب ہوئی۔ جس کے سہارے پر اینٹھ رہے تھے۔

جور و جفا

شدھی کے خطرناک نتائج

خونِ ناحق

(ایک مسلم ملکانہ خاتون شدھی کی بھینٹ)

ضلع فرخ آباد میں جنوب مشرق کی جانب ندی کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ یہاں کے لوگوں کو بھی آریوں نے شدھی کے سبز باغ دکھا رکھے تھے۔ اور ایک نہ ایک پنڈت یہاں نیار ہی رہتا تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور نہ تھا کہ یہ گاؤں ارتداد کے غار میں جا گرے۔ اس لئے سامان ایسے پیدا ہوتے گئے۔ کہ آریوں کو شدھی کا دن نصیب نہ ہوا۔ اور تا دم آخر ناکام و نامراد ہی رہے۔ کئی بار شدھی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ مگر کسی نہ کسی طرح یہ کھیل بگڑ ہی جاتا رہا۔

یہ گاؤں بہت دیر تک ڈگمگاتا رہا۔ آج آریوں کے فریب میں گرفتار ہو کر شدھی پر تیار رہے۔ تو کل مبلغین کی وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر اسلام پر پختہ نظر آتا ہے۔

ان لوگوں کو بار بار ادھر ادھر ہوتا دیکھ کر بعض غیر احمدی لوگ تو نا امید ہو کر ان کو اُن کے حال پر چھوڑ چکے تھے۔ مگر احمدی مجاہدین اپنی کوششوں

میں لگے رہے۔ یہاں پر ہم اگر ایک معزز رئیس کا ذکر نہ کریں۔ تو یقیناً ہم پر حق پوشی کا الزام آئے گا۔ یہ معزز ہستی جناب مشرف علی خاں صاحب نائب نواب علی حسن خاں صاحب آف لکھنؤ ہے۔ آپ نے اپنی ہمت سے بڑھکر طاقت اس گاؤں کے بچانے میں لگائی۔ چونکہ یہ گاؤں آپ کے ہی قبضے میں تھا۔ اس لیے آپ نے نہایت دور اندیشی۔ فہم و فراست اور نہایت ہمدردی سے اُس کو شدھی سے بچایا۔ اور احمدی مجاہدین کی پوری پوری مدد کی۔

آریوں نے آخری تاریخ شدھی کے لیئے جو مقرر کی وہ ۹ ستمبر ۱۹۲۳ء تھی۔ اس دفعہ انھوں نے زور سے شدھی کا سامان تیار کیا۔ اور اُن لوگوں کو خوب پکا کر لیا۔ اور سمجھ لیا کہ اب کے ضرور کامیابی ہوگی۔ مگر اب کی بار ان کو ایسی ذلت نصیب ہوئی اور آریہ سماج اس قدر بدنام ہوئی۔ کہ اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ ابھی شدھی کی تاریخ نہیں آئی تھی کہ اس گاؤں میں ایک ایسا خطرناک واقعہ ہوا۔ جس سے شدھی کا دروازہ بالکل بند ہو گیا۔ اور آریہ ہمیشہ کے لیئے مایوس ہو گئے۔ وہ ایسا واقعہ ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کی تفصیل جس طرح ہم نے سنی لکھی جاتی ہے۔ ایک شخص مسمی شہزادہ نے جو شدھ ہونے پر تُلا ہوا تھا۔ رات کو اپنی بیوی سے کہا۔ کہ کل ہم سب شُدھ ہو نگے۔ اس کی بیوی کا نام بسم اللہ تھا۔ وہ بولی تم بیشک ہو جانا میں تو نہیں ہونگی۔

شہزادہ۔ واہ تم کیوں نہ ہوگی تمھیں بھی ضرور ہونا پڑے گا۔

بسم اللہ۔ نہیں ہم تو مسلمان ہی اچھے ہیں۔ مرے ماں باپ پکے مسلمان ہیں۔ میں شدھی ودھی نہیں جانتی۔

شہزادہ۔ ہم تمہیں بھی شدھ کریں گے۔

بسم اللہ۔ جب تک مرے ماں باپ نہیں ہونگے۔ میں بھی نہیں ہونگی۔ مرے ماں باپ کو خبر کردو۔ اگر وہ کہیں گے تو ہو جاؤں گی۔

شہزادہ۔ تمہارے ماں باپ کی ایسی تیسی۔ اگر تم نہیں ہوگی۔ تو تمہاری چونڈیا مونڈ دوں گا۔

بسم اللہ۔ میں کبھی نہ ہونگی تم جو چاہو سو کرو۔

شہزادہ۔ (غضبناک ہوکر) تم نہیں ہوگی۔ میں لٹھیا سے کروں گا۔ (لاٹھی اٹھاکر) کہو شدھ ہوگی یا نہیں۔

بسم اللہ۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ نہیں ہونگی

شہزادہ (گالیاں دے کر) اری کیوں جان کی دشمن بن رہی ہے۔ کہہ دے کہ ہو جاؤں گی۔ ورنہ مار ڈالوں گا۔

بسم اللہ۔ تمہاری جو مرضی ہو کرو۔ میں شدھ نہیں ہونگی

شہزادہ۔ (تڑاتڑ لاٹھیاں لگاکر) کہو ہوگی یا نہیں۔ اب بھی مان جاؤ۔

بسم اللہ (چلاکر) ہائے مرگئی۔ ہائے مرگئی۔ ہائے میرے ماں باپ کو بلادو اگر کہیں گے تو ہو جاؤں گی۔

شہزادہ۔ (اور لاٹھیاں مارکر) اب آتے ہیں تیرے ماں باپ۔

بسم اللہ۔ ہائے میں مرگئی۔ میری ہڈی ٹوٹ گئی۔ ہائے میرے اللہ

شہزادہ۔ اب اللہ کو پکارتی ہے جب تک شدھی پر تیار نہیں ہوگی چھوڑونگا نہیں۔ (پھر مارنا شروع کرتا ہے)

بسم اللہ ۔ ہائے میں شدھ نہیں ہونگی ۔ چاہے جان نکل جائے ۔ ہائے مری اماں ۔ میں کیا کروں ۔

شہزادہ ۔ (سخت غصہ میں دیوانہ ہوکر) کہو شدھ ہو جاؤ گی ۔ ورنہ آج مار ہی دوں گا ۔ دیکھو اپنے بھائی کو بلاتا ہوں ۔ ہم دونو تجھے آج ٹھیک کرینگے یہ کہہ کر اس نے اپنے دوسرے بھائی کو باہر سے بلایا ۔ ان دونوں نے مل کر لاٹھیوں سے غریب و بےکس عورت کو مارنا شروع کیا ۔ بیچاری جب غش کھا کر زمین پر گر پڑی ۔ تو مارنا بند کیا ۔ ذرا ہوش آئی تو پوچھنے لگے ۔ اب کیا صلاح ہے

بسم اللہ ۔ اب تم مجھے مار ہی ڈالو ۔ مگر شدھ نہ ہونگی ۔ مرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردو ۔ ہڈیاں چور چور کردو ۔ مگر شدھ نہ ہونگی ۔

ظالموں نے پھر مارنا شروع کیا ۔ اور تمام بدن لہولہان کر دیا بیچاری کبھی اپنے ننھے بچوں کو پکار کر روتی ۔ کبھی اپنے ماں باپ کو بلا کر چلاتی اور اخیر دم تک یہی کہتی رہی ۔ کہ میں شدھ نہیں ہونگی ۔ اور لاٹھیوں کی ضربیں اس بہادر مسلم خاتون کے ایمان کو ہلا نہ سکیں ۔ زمین پر تڑپ رہی ہے ۔ مگر شدھی کی لعنت کو قبول نہیں کرتی ۔ بچوں کی یاد ۔ ماں باپ کی محبت دل پر ناقابل برداشت صدمہ پہنچا رہی ہے ۔ مگر اسلام کو نہیں چھوڑتی ۔ بے درد اور جابر خاوند اور دیور ایسے لاٹھیاں چلا رہے ہیں ۔ جیسے بھس پر ۔ مگر اس نیک بخت عورت کا پاؤں اسلام سے نہیں پھسلتا ۔ غرض جب یہ لوگ مارتے مارتے تھک گئے ۔ اور بےکس ، غریب عورت بالکل بیہوش اور نیم جان ہوکر رہ گئی ۔ تو مکان سے باہر چلے گئے ۔

اس کے بعد دو درد آہیں سنی گئیں ۔ بعض تو کہتے ہیں کہ لاٹھیوں سے

ہی مار مار کر مار دیا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ اس عورت نے یہ سوچکر کہ یہ لوگ اب مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ افیون کھا کر خود کشی کی۔

بہر حال کچھ بھی ہو۔ یہ بہادر مسلم خاتون شدھی کو ٹھوکریں لگاتی ہوئی اسلام پر قربان ہو گئی۔

اس واقعہ کو چھپانے کی از حد کوشش کی گئی۔ آریوں نے پورا پورا زور لگایا۔ مگر ایسی باتیں چھپی نہیں رہ سکتیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آریوں کا اس میں کچھ دخل ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کہاں تک۔ مگر اتنا ضرور کہیں گے۔ کہ یہ خون۔ بلکہ خونِ ناحق شدھی کیوجہ سے ہوا۔ اور یہ عورت شدھی کی بھینٹ ہوئی۔

اس سانحہ ہوش ربا کا چرچا تمام علاقے میں پھیل گیا۔ جہاں دیکھو یہی تذکرہ۔ جہاں سنو یہی کہانی۔ رقیق القلب آدمی تو یہ واقعہ سن کر رو پڑتے اُن کے دل رنج و غم سے بھر جاتے۔ اور اس بیکس عورت پر ہزار رحمتیں بھیجتے اس عورت کے دو ننھے بچے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جب وہ اماں اماں کر کے روتے تو چھاتی پھٹ جاتی۔ کلیجہ چھلنی ہو جاتا۔ جب اس کے ماں باپ کو خبر لگی۔ تو رو رو کے اپنا آپ کھو دیا۔ بسم اللہ۔ بسم اللہ کہکر چلانے لگے۔ مگر ہائے بسم اللہ کہاں۔ غرض یہ ہیبتناک منظر تھے۔ کہ دیکھے نہ جاتے۔ الفاظ میں یہ نقشہ نہیں کھینچا جا سکتا۔ مگر اتنا ضرور کہیں گے۔ کہ یہ خون آریہ سماج کے اُن ناجائز وسیلوں کا نتیجہ ہے۔ جو وہ شدھی میں استعمال کرتی ہے۔

اس بیکس عورت کی روح آسمان پر آریوں کو گھور رہی ہوگی۔ اور

خدا تعالیٰ سے انتقام لینے کی خواہش کرتی ہو گی۔ تعجب نہیں جو آریہ سماج کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے۔ کیونکہ خون ناحق اپنا رنگ لایا کرتا ہے۔ ایک بیگناہ کا خون۔ ایک بے کس عورت کا خون ایسا نہیں جو اپنا بدلہ نہ لے۔

نعش کی تحقیقات

جب اس کو مار دیا گیا۔ یا وہ خود مر گئی۔ تو تمام لوگوں نے متحد ہو کر اور ڈر کر کہ سارا گاؤں نہ بندھ جائے۔ اس عورت کی نعش کو صبح ہوتے ہی فوراً دفن کر دیا۔ حالانکہ موضع صمد بن کے مسلمانوں نے خبر پا کر اطلاع دی تھی۔ کہ ہم جنازہ پڑھیں گے۔ مگر جنازہ کہاں کا۔ یہاں دال میں کالا کالا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کا کچھ انتظار نہ کیا۔ اور جس طرح ہو سکا دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۸ ستمبر ۱۹۲۳ء کا ہے۔

۱۰ ستمبر کو عورت کے باپ نے فرخ آباد کے کلکٹر صاحب بہادر کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست دی۔

جنابعالی

عرض ہے کہ میری لڑکی مسمات بسم اللہ موضع بھڑ تحصیل چھپرامئو میں مسمی شہزادہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ مجھے کل یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ چونکہ میری لڑکی نے شدھی ہونے سے انکار کیا۔ اس لئے اسکو لاٹھیوں سے مار مار کر مار دیا گیا۔ تب میں بھڑا گیا۔ تب میں نے اس کی قبر دیکھی۔ میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس کی لاش نکلوا کر معائنہ ڈاکٹری کرایا جاوے۔ اور تحقیقات کی جائے

عرضی
فدوی نور خاں ساکن بہ پہاڑپور ضلع فرخ آباد

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے۔ یہ واقعہ ۸ ستمبر کو ہوا۔ ۱۰ کو درخواست دی گئی کلکٹر صاحب بہادر نے یہ درخواست برائے تعمیل سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس بھیجی۔

ان دنوں سپرنٹنڈنٹ صاحب ایک ہندو صاحب تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیوں باوجود فوری حکم کے سپرنٹنڈنٹ صاحب دوسرے دن موضع مذکور میں گئے اور پھر لاش اس سے دوسرے دن ہسپتال میں آئی۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہو لاش پورے چار دن کے بعد معائنہ کے لئے پیش ہوئی۔ یعنی ۸ تاریخ کی لاش کا معائنہ ۱۲ کو ہوا۔ چونکہ گرمیوں کا موسم تھا لاش سڑ گئی۔ اور صحیح طور پر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ آریوں میں سے بعض نے دیدہ دانستہ اس واقعہ کا انکار کیا۔ اور اس موت کو کسی فوری مرض کا نتیجہ بتایا۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ کوئی آریہ یا بو ایشور کا خوف دل میں لاکر اپنے بچوں پر ہاتھ رکھ کر حلفاً نہیں کہہ سکتا کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ ہم ذیل میں اس واقعہ کے مختلف پہلوؤں پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں جس سے اصلیت ظاہر ہو جائیگی۔

(۱) اس واقعہ سے چند دن پہلے اس عورت کے باپ کا دیکھکر جانا کہ وہ بالکل تندرست ہے

(۲) مرنے پر اس کے باپ کو اطلاع نہ دینا۔

(۳) مرنے پر تھانے میں رپورٹ نہ لکھانا۔

(۴) دفن کرنے میں بہت جلدی کرنا۔ اور مسلمانوں کے جنازہ پڑھنے کا بھی انتظار نہ کرنا۔

(۵) مرنے پر اس عورت کے خاوند کا سخت خوفزدہ ہونا۔ اور اپنے

خسر کی منتیں کرنا۔

(۶) آریوں کا ادھر اُدھر دوڑے دوڑے پھرنا۔

(۷) تمام علاقے میں اس واقعہ کا چرچا ہونا۔

(۸) شدھی کا ہمیشہ کے لئے بند ہو جانا۔ اور آریوں کا پھر اس گاؤں کو شدھی کیلئے تیار نہ کرنا۔

پانچویں منزل

صُلح کانفرنس دہلی

چونکہ شدھی ناجائز طریق سے جاری کی گئی تھی اور اس معاملے میں بالکل گرے ہوئے اخلاق سے کام لیا گیا تھا۔ اس لئے ہندوستان کی پرامن فضا مکدّر ہونا شروع ہوئی۔ آریوں کے پرچارکوں نے ہندو قوم کو مسلمانوں کے خلاف ایسا بھڑکایا۔ کہ اکثر مقامات پر خطرناک فساد ہوگئے۔ ملتان میں ہندو مسلمان بھڑ گئے۔ سہارنپور میں باہمی کشت و خون ہوگیا۔ دہلی میں لٹھ چل گیا۔ غرض کہ آگرہ لکھنو۔ شاہجہانپور۔ لاہور۔ امرتسر۔ کوہاٹ ناگپور میں ایسے جنگ ہوئے کہ تمام ہندوستان میں دونوں قومیں ایک دُوسرے کے خون کی پیاسی ہوگئیں۔

ان فسادات نے ثابت کردیا کہ ہندو مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد مصنوعی تھا۔ اور ہندوستانی ہرگز ہرگز سوراج لینے کے قابل نہیں۔ آریہ منتروں کی مہربانی سے سیاسی لیڈروں کی تمام محنت خاک میں مل گئی۔ اور مُلک میدان ترقی میں جتنے قدم آگے بڑھا تھا۔ اس سے چوگنے قدم پیچھے ہٹ گیا۔

میدان ارتداد میں تو آریوں نے وہ فساد برپا کئے۔ کہ گورنمنٹ کو مجبور ہوکر حفظ امن کی دفعات قائم کرکے ان کو قانون کا پابند کرنا پڑا۔ شدھی

سنگھٹن کے خطرناک نتائج جو ملک میں نمودار ہوئے ان کی ذمہ دار آریہ سماج ہے۔ اور یہ بدنامی کا ٹیکا جب تک دنیا قایم ہے اس کے ماتھے پر رہے گا۔

جب ہندوستان کی یہ دونوں قومیں آپس میں بے طرح الجھ گئیں۔ جب سیاسی لیڈروں نے دیکھا کہ سوراج کا کھیل بگڑ گیا۔ جب باہمی منافرت انتہا تک پہنچ گئی۔ تو ملک کے مدبروں کو فکر پڑی۔ سب نے مل کر کوشش کی۔ کہ یا تو یہ شدھی کا چرخہ بالکل بند کیا جائے۔ یا اسے اخلاق کے اندر چلایا جائے۔ چنانچہ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۳ء کو دہلی دارالسلطنت ہند میں ایک صلح کانفرنس قایم کی گئی۔ اس میں ہندو مسلمانوں کے ہر فرقے کے نمایندے شامل کئے گئے اور بذریعہ تار حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے احمدی جماعت کے وکیلوں کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ جسکے جواب میں قادیان سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب فاضل مصری، عالی جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم۔ عالی جناب چودھری فتح محمد خاں صاحب سیال ایم۔ اے امیرالمجاہدین۔ عالی جناب ذوالفقار علی خاں صاحب آف رامپور۔ وقت پر دہلی پہنچ گئے۔ اس مقدس وفد کے پہنچنے پر جناب حکیم اجمل خاں صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں مندرجہ ذیل تار دیا۔

دھلی

مورخہ $\frac{9}{23}$ ۱۸۔ بوقت سوا چار بجے شام

حضرت مرزا محمود احمد صاحب۔ قادیان۔ بٹالہ

نمایندے پہنچ گئے۔ آپ کی مہربانی پر مشتمل اور حوصلہ افزا خط اور فوری توجہ کا تہ دل سے شکریہ۔ آپ کا مشورہ ہمارے لئے بڑی مدد کا موجب ہوگا۔

(اجمل خان)

ضلع کانفرنس کی کارروائی شروع ہوئی۔ قیل وقال ہونے لگی یہ بات بھی پیش ہوئی کہ ہندو مسلمان دونوں اپنے اپنے مبلغین کو میدان ارتداد سے ہٹا لیں۔ مگر احمدیہ نمایندوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور بتایا کہ جب تک تمام مرتدین واپس مسلمان نہ کر لیں اس وقت تک ہماری جماعت اس میدان سے نہیں ہٹ سکتی۔

پنڈت شردھانندجی نے جب یہ بات سُنی فوراً بول اُٹھے۔ کہ جب تک احمدی پرچارک میدان سے واپس نہیں آئیں گے۔ آریہ سماج بھی اپنے پرچارکوں کو واپس نہیں بلائے گی۔ دوسرے مسلمانوں نے بتیرا کہا کہ جب ہم اپنے مبلغوں کو واپس بلا لیں گے تو پھر آپ کیوں نہیں مانتے۔ مگر شردھانندجی کیسے مانتے۔ جب کہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ اس میدان میں کام کرنے والی یہی جماعت ہے۔ آخر بہت سی بحث کے بعد چند ریزولیوشن پاس ہوئے۔ جن میں سے ایک نیچے درج کیا جاتا ہے۔

"یہ کانفرنس فیصلہ کرتی ہے کہ مقامات فسادات کا معائنہ کرنے اور معاملات کی تحقیقات کرنے کیلئے مجلس مقرر کی جائے۔ تاکہ فسادات کے حقیقی ذمہ دار کا علم ہو۔ جو شخص ایسی افسوسناک حرکات کے مجرم قرار پائیں ان کی علی رؤس الاشہاد خدمت کی جائے۔ اس مجلس کو اپنا تحقیقاتی دورہ سہانپور سے شروع کرنا چاہیئے۔ اور ان دو ماہ کے اندر اندر تمام مقامات کا معائنہ کر کے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے پاس روئیداد پیش کر دینی چاہیئے"۔

تحقیقاتی کمیٹی میں سیتارام صاحب۔ پنڈت نیکی رام جی، مسٹر محمد شفیق (بہار) اور خان ذوالفقار علی خاں صاحب (قادیان)، اور ایک سکھ صاحب مقرر ہوئے۔

جیسا کہ ریزولیوشن سے معلوم ہوتا ہے۔ کمیٹی کو دو ماہ کے اندر کام ختم کر لینا چاہیئے تھا۔ لیکن چونکہ کمیٹی کے سکرٹری ایک ہندو صاحب تھے۔ اور سکرٹری نے ہی باقی ممبروں کو تاریخ روانگی سے اطلاع دینا تھی۔ اس لئے یہ تاریخ روانگی نہ آئی پر نہ آئی۔ اور کمیٹی نے اپنا فرض ادا نہ کیا۔ اس کی ساری ذمہ واری سکرٹری پر ہے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہی ہو مگر ہمیں اتنا کہنے کی گنجایش ہے کہ یہ سب کچھ آریوں کے افعال و حرکات پر پردہ ڈالنے کے لئے کیا گیا۔ سکرٹری صاحب کو بحیثیت ہندو ہونے کے معلوم تھا۔ کہ ان فسادوں کی تمام ذمہ واری آریہ سماج پر عاید ہو گی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ فسادات شدھی کے کرشمے ہیں۔ اگر ہم اس معاملے میں نیک نیتی سے کام لیں۔ تو اتنا تو ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ سکرٹری صاحب کو آریوں پر اطمینان نہ تھا۔ ورنہ کوئی اور وجہ تحقیقاتی ڈیوٹی کو فراموش کر دینے کی ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی کسی آریہ بابو نے یا آل انڈیا کانگرس نے اس غفلت کا سبب بتلایا۔ کاشکہ یہ کمیٹی تحقیقات کرتی۔ تا ملک کو معلوم ہوتا کہ آریوں نے کس قدر درندگی سے کارزار شدھی میں کام لیا ہے۔ یقیناً ان کے جور و جفا۔ مکر و دغا۔ برملا ہو جاتے۔

شُدھی کے بانی شردھانندجی کا فرار

چیلنج دیکر مقابلہ سے انکار

جب آریوں کو سندھ دمقامات پر پسپا ہونا پڑا۔ جب ان کا شکار یعنی ملکانہ قوم قابو سے باہر ہونے لگی۔ اور جب وہ لقمہ جسے تر سمجھ کر آریہ دوست نگلنے لگے تھے۔ اب کانٹا بن کر حلق میں اٹک گیا۔ تو شردھانندجی کو ایک نئی ترکیب سوجھی وہ یہ کہ ۱۹۔ اگست ۱۹۲۳ء کو ایک لمبا چوڑا چیلنج تمام مسلمان فرقوں کے نام شایع کر دیا۔ کہ آؤ مباحثہ کر لو۔ ویدوں کی صداقت دیکھو۔ اس سے مطلب اُن کا یہ تھا کہ مسلمان عملی میدان سے ہٹ کر اس طرف متوجہ ہو جائیں اور بھولی بھالی ملکانہ قوم پر رعب طاری ہو چیلنج کا اختصار درج ذیل ہے۔

"اگر واقعی معزز اہل اسلام کی طرف سے قرآن مجید اور وید مقدس کی تعلیموں کا مقابلہ کرنا منظور ہے۔ تو جمعیتہ العلماء ہند یا جمعیتہ تبلیغ الاسلام یا مرکز خلافت کمیٹی کی سی کسی ذمہ دار جماعت کی طرف سے بھارت ورشیہ سارویشک آریہ پرتی ندھی سبھا کے نام چیلنج میری معرفت بھیج دیں۔ دہلی کے مقام پر مناظرہ مناسب ہوگا۔ اسلام کے جتنے علماء مناسب سمجھے جاویں۔ اکٹھے کر لئے جاویں۔ ادھر ویدک دھرم کے اپدیشک بھی اکٹھے کر لئے جائیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔ ہر روز تین گھنٹے مناظرہ ہوا کرے اگر ایک ہفتے میں ختم نہ ہو تو ایک ہفتہ اور رکھا جاوے"

اس چیلنج کا نکلنا تھا۔ کہ چاروں طرف سے مسلمانوں کی ذمہ دار انجمنوں نے لالہ صاحب کے پاس جوابی چیلنج بھیجنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ لالہ صاحب نے احمدیہ جماعت کا نام چیلنج میں نہیں لکھا تھا۔ مگر اس جماعت کی طرف سے محکمہ تالیف و اشاعت کے ناظر نے بذریعہ تار جواب روانہ کیا۔ اور پھر اشتہار میں مفصل جواب شایع کر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"جناب شردہانند صاحب نے تمام علمائے اسلام کو ایک مناظرے کے لئے چیلنج دیا ہے۔ جس کا اعلان ملاپ اخبار نے کیا ہے اور دیگر ہندو اخبارات نے اس کی تائید بڑے زور شور سے کی ہے۔ میں بحیثیت ناظر تالیف و اشاعت احمدی جماعت کیطرف سے ان کے اس چیلنج یا دعوت کو اُن کے اعلان کردہ مطالبات کے مطابق قبول کرتا ہوں۔ ...... ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے اس اعلان کے بعد جناب شردہانند صاحب مقابلے سے پہلوتہی نہیں کریں گے۔"

جب شردہانند جی نے دیکھا۔ کہ یہ تو چاروں طرف سے چیلنج آنے لگے۔ احمدیہ جماعت کا تو میں نے ڈرتے ڈرتے نام بھی نہیں لکھا تھا۔ مگر یہ بھی مناظرے پر آمادہ ہے تو بہت گھبرائے۔ نشہ ہرن ہو گیا۔ اور لگے آئیں بائیں شائیں کرنے۔ بہت سوچا کہ یہ پیالہ کس طرح ٹالا جائے۔ جو اپنے ہاتھوں تیار کیا ہے۔

آخر پبلک کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ مسلمان مجھے خود مباحثے پر بلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک اعلان اخبارات میں شایع کرایا جس کا اختصار یہ ہے۔

"موجودہ آریہ سماج نے اپنے قایم ہونے کے دن سے ساری دنیا کو ویدک دھرم کی دعوت دے چھوڑی ہے۔ اور اس کے مطابق اب تک مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ لیکن کچھ عرصے سے مسلمان اصحاب نے میری معرفت مباحثہ کرنا زیادہ تر مناسب سمجھا ہے۔ اس لئے اُن کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے سب کا فرداً فرداً جواب نہ دیتے ہوئے ہندوستان کے جملہ مسلمانوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ آریہ سماج ہر وقت مباحثے کے لئے تیار ہے۔ ۹ ستمبر ۲۳ء تک اسلام کے ہر فرقے کی طرف سے میرے پاس درخواست آجانی چاہیے۔"

شردھانند سنیاسی مینا بازار دہلی۔

اس اشتہار میں کچھ شرایط بھی ایسی لگادیں کہ دوسرا فریق منظور ہی نہ کرسکے اور مضمون اس رنگ میں لکھا کہ گویا آپ گورنر ہیں۔ اپنی رعایا کے نام احکام جاری فرمارہے ہیں۔ لیکن اسپر بھی احمدی جماعت نے جواب دیا۔ کہ ہر شرط منظور ہے۔ میدان میں نکلو۔

اب تو لالہ صاحب حیران ہوئے اور ہر ممکن کوشش سے مناظرے کو ٹالنا چاہا۔ حسن اتفاق سے انہی ایام میں صلح کانفرنس دہلی ہوچکی تھی۔ لالہ صاحب کو بھی چونکہ مدعو کیا گیا تھا اس لئے اتنا جواب شایع کراکر پیچھا چھڑایا

"کمیٹی صلح کے بن جانے سے ہر دو مذاہب کے درمیان پھر سے اتحاد کی بنیاد قایم ہوگئی۔ اب میں اس بنی ہوئی فضا کے راستے کو مکدر کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے مباحثہ کو اپنی طرف سے بند کرتا ہوں۔"

(از ملاپ لاہور)

چلو چھٹی ہوئی۔ بلا سے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ ہم بھی حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہاں میدان مقابلہ۔ کہاں لالہ منشی رام جی ہیں تو پہلے ہی دال میں کالا کالا نظر آتا تھا۔ اور خوب جانتے تھے۔ کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔ یہ تو صرف ہاتھی کے دانت ہیں۔ سو ایسا ہی ہوا۔ لالہ صاحب کی اس حرکت سے نہ صرف عام پبلک حیران تھی۔ بلکہ اُن کے گھر کے لوگ بھی محو حیرت تھے۔ کہ سوامی جی نے یہ کیا کیا۔ چنانچہ اخبار پرتاب لکھتا ہے:۔

"لیکن جو بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ ہے کہ یہ حالات تو پہلے بھی موجود تھے۔ جب کہ سوامی جی نے مناظرے کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد تو کوئی اور فساد بھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد کون سی ایسی بات ہوئی۔ جس نے سوامی جی کو مناظرے کے بند کرنے پر مائل کیا۔

غرض دنیا پر ثابت ہو گیا کہ آریوں کا سپہ سالار کس طرح دم دبا کر مقابلے سے بھاگا۔ اور کس طرح خوف و ہراس سے کانپتے ہوئے پیٹھ دکھائی۔ چونکہ اس فرار سے کھلے طور پر آریوں کو شکست نصیب ہوئی۔ اور بہت ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس لئے آریوں نے اپنے اس شدھی پردھان کی کرہمت کو مضبوط کر کے بہت آگے دھکیلا۔ مگر بیچاروں کی سب کوششیں بیہود گئیں۔

اگرچہ اس شکست فاش کو چھپانے کی از حد کوشش کی گئی۔ مگر بے فائدہ کیونکہ تمام دنیا کی آنکھوں میں خاک نہیں ڈالی جا سکتی۔

چھٹی منزل

پرزور مقابلے

آریوں کو شکست پر شکست

یوں تو آریوں نے علاقہ ارتداد میں اپنے پرچارک پھیلا رکھے تھے۔ مگر زیادہ تر آگرہ۔ متھرا۔ بھرت پور میں ہی زور شور رہا۔ چنانچہ اُن لوگوں نے سانہن۔ اسپار۔ اکرن۔ انور۔ نوگاؤں۔ پرکھم۔ راستہ بہا۔ مواضعات میں اپنے زبردست مورچے قایم کر رکھے تھے۔ اور ان مقامات پر اپنی پوری طاقت اپنے پورے زور اور پورے ساز و سامان سے حملہ آور ہوئے۔ رلیجہ مہاراجوں کو ساتھ لیکر ہاتھیوں گھوڑوں موٹروں پر سوار ہو کر لاٹھیوں تلواروں بھالوں سے مسلح ہو کر جاتے۔ اور مواضعات میں جا کر سائبان لگاتے جلسے کرتے پوری کچوری بٹواتے۔ اور غریب ملکانوں کو کھلاتے۔ اور پھر دکھشنا میں بھی کچھ نقدی پیش کرتے۔ پھر ان کو بہکا پھسلا کر جھوٹی روایات سنا کر ظاہری محبت و پیار سے پچکار کر عجیب عجیب جھگڑے دے کر شدھی پر تیار کرتے اور بالمقابل ہندی مجاہدین صرف ایک دو کی تعداد میں۔ سر برہنگی۔ چہرہ گرد آلود۔ بھوکے ماندے اس زبردست حملہ کو روکنے کے لئے جاتے۔ مگر حرج ان کی

سبھائیں جا کھڑے ہوتے۔ اور بہت دلیری سے مباحثے کے لئے للکارتے
ملکانوں کو سمجھاتے۔ یہ سب چشم دید واقعات ہیں۔ کوئی آریہ بابو ان سے
انکار نہیں کر سکتا۔

ہم یہ بات ماننے کے لئے تیار ہیں۔ کہ شروع شروع میں آریوں کو
کامیابی ضرور ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ خوشی کے نشے میں مست ہو کر بہکی
بہکی باتیں کرنے لگے۔ مکہ اور مدینہ پر اوم کا جھنڈا گاڑنے کے خواب دیکھنے
لگے (خاک بدہن) گویا چاند پر تھوکنا شروع کیا۔ چاند پر خاک ڈالنا چاہتے
لیکن مثل مشہور ہے۔ غرور کا سر نیچا۔ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ صداقت
کو کون دبائے۔ آخر حق غالب ہوا اور باطل نے فرار کے ارادے کئے۔
مکر و دغا کے بادل چھٹنے شروع ہوئے۔ احمدی مجاہدین کی کوششیں بار آور
ہونے لگیں۔ مرتد پھر کلمہ توحید پر آنے لگے۔ جو شدھی رہے ادھیر بیچ
رہے۔ یعنی نیم دروں، نیم بروں۔ ہندوں کے ساتھ ہندو۔ مسلمانوں کے
ساتھ مسلمان۔ اس طرح سے بہت گڑبڑ ہو گئی۔ اُدھر ہندو ٹھاکر شدھی
سے متنفر ہو گئے۔ ادھر مسلمان رشتہ داروں نے اُن کو بائیکاٹ کر دیا۔
آریہ بہت سٹ پٹائے۔

موضع علاول پور ضلع فرخ آباد کا واقعہ ہے کہ بلدیو سنگھ ٹھاکر نے اپنی
کسی تقریب پر اپنے ہندو بھائیوں کے علاوہ موضع مذکور کے شدھی شدہ
ملکانوں کو بھی شامل کیا۔ تاکہ یک جا بیٹھا کر کھان پان کرا دیا جائے۔ مگر جب
موقعہ پر دن کے دن ہندو ٹھاکروں کو معلوم ہوا۔ تو بہت بگڑے کہنے
لگے۔ کہ ہم بھنگی بننا نہیں چاہتے۔ تم اپنی نئی برادری (شدھی شدہ) سے ہی
خوش رہو۔ ناراض ہو کر چلے گئے۔ اب بلدیو سنگھ کا بھی نشہ اُترا۔ معلوم ہوا کہ

برادری مجھے ہی نکالنے کو تیار ہے۔ فوراً بہانہ کر کے کہنے لگا۔ واہ آپ لوگ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ ان لوگوں (شدھی شدہ) کو تو ہم ویسے کے ویسے ہی رکھیں گے۔ اُن کے سنگ کھان پان تھوڑی کر سکتے ہیں۔ غرض بہت منت سماجت کے بعد برادری مان پائی۔ اور اس شرط پر کہ ان شدھی شدہ کو دور بٹھا کر کھانا کھلایا جائے۔

ایسے ایسے سینکڑوں واقعات ہوئے ہیں۔ مگر طوالت کی وجہ سے ان کا لکھنا ضروری نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہندو ٹھاکروں نے شدھی شدہ کو قبول نہیں کیا۔ اور مدعی سست گواہ چست والا معاملہ رہا۔ ہمارے دعویٰ کا زبردست ثبوت مندرجہ ذیل ہے۔

موضع فراہیں ہندو ٹھاکروں کی زبردست پنچایت شدھی کے خلاف فیصلے

آریوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ٹھاکر برادری ملکانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے تیار ہے۔ بندرابن کے مقام پر ایک پنچایت قایم کی۔ اور اس میں ایرہ وغیرہ نیوقیشن کے جنٹلمین آریہ بابو جمع کر لئے گئے۔ کچھ گراہ کے ٹھاکر بھی بلا لئے۔ اور گھر میں فیصلہ کر لیا۔ کہ ٹھاکر لوگ شدھی شدہ کو اپنی برادری میں ملانے کو آمادہ ہیں۔ بلکہ اُن کی چھاتی ملکانوں کی محبت میں پھٹ رہی ہے۔ جب اس فیصلے کا علم راجپوت برادری کو ہوا۔ تو انہوں نے اس کی تردید کرنے کے لئے موضع فراہ ضلع متھرا میں اپنی ایک زبردست پنچایت ۱۰ جون ۱۹۲۳ء میں قایم کی۔ جس میں آگرہ و متھرا و دیگر علاقہ جات کے

تقریباً ۱۵۰۰ نمایندے شامل ہوئے۔ سب نے مل کر فیصلہ کیا۔ کہ ٹھاکر برادری شدھی شدہ کو ہرگز ہرگز اپنے ساتھ ملانے کو تیار نہیں۔ ہم لوگ شدھی کو بالکل غلط سمجھتے ہیں۔ شاستروں کی رو سے شدھی جائز نہیں۔ جن لوگوں نے بندرابن کی آریہ پنچایت میں شدھی شدہ کے ساتھ کھان پان کر لیا ہے۔ اُن کو برادری سے خارج کیا جاتا ہے۔

اس پر چند لوگوں نے اُٹھ کر ہاتھ باندھے اور کہا کہ ہم برادری سے معافی مانگتے ہیں۔ ہمیں آریوں نے فریب سے بندرابن میں بلایا تھا۔ مگر سرپنچوں نے کہا۔ کہ معافی یہاں نہیں مل سکتی۔ اُس کے لئے دوسری پنچایت کی جائیگی۔

اس موقعہ پر کچھ آریہ اپدیشک بھی آئے ہوئے تھے۔ جنہوں نے کچھ بولنا چاہا۔ مگر اُن کو فوراً بند کر دیا گیا۔ اور کہا۔ کہ یہ ہماری برادری کی پنچایت ہے۔ آپ لوگوں کا کوئی دخل نہیں۔ آپ خاموش ہو کر بیٹھ سکتے ہیں۔ ورنہ یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ اس زبردست پنچایت نے شدھی کو سخت دھکا لگایا۔ اور آریوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

برہمنوں کی عظیم الشان پنچایت

شدھی کے خلاف

اگرچہ ٹھاکروں کی پنچایت نے شدھی پر ضرب کاری لگا کر آریوں کے جوش کو بہت کچھ ٹھنڈا کر دیا تھا۔ مگر اس کے ایک ماہ بعد برہمنوں کی پنچایت

نے تو آریوں کو بالکل مایوس ہی کر دیا۔ ۱۵ جولائی ۱۹۲۳ء کو موضع فرامین برہمنوں نے ایک عظیم الشان پنچایت مقرر کی۔

اب کی آریوں نے یہ چالاکی کی۔ کہ ارد گرد سے بہت سے لوگوں کو جمع کرکے پنچایت میں پہنچ گئے۔ تاکہ پنچایت کا اصل مقصد حل نہ ہو جائے۔ اور برہمنوں کی آواز دب جائے۔ چنانچہ موقع پر بہت گڑبڑ کی۔ ایک آریہ نے تقریر شروع کردی۔ اور سناتن دہرم کی رو سے شدھی کو جائز کرنے کی کوشش کی۔ ایک دوسرے آریہ نے اس کی تائید کردی اور باقی نے سناتن دہرم کی جے کے نعرے بلند کر دیئے۔ تاکہ برہمن بھی ہماری تائید کرلیں۔ یا کم از کم وہ چپ ہی رہیں۔ غرض اپنا پورا زور لگایا۔ اور برہمنوں کی پنچایت تکمیل تک نہ پہنچنے دی۔ کیونکہ خود ہی شدھی کے حق میں فیصلہ کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہہ دیا کہ پنچایت ختم ہوگئی۔ آریوں نے سمجھا کہ ہمارا جادو چل گیا۔ مگر برہمن بھولے بھالے نہ تھے۔ وہ اپنے دہرم کو خوب سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وہاں سے اٹھ کر نزدیک ہی ایک موضع برہمنوں کے نگلہ میں پھر سے پنچایت شروع کی۔ اور اس میں آریوں کی اس حرکت پر اظہار نفرت کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ چونکہ شدھی سناتن دہرم میں جائز نہیں۔ اس لئے شدھی شدہ کے ساتھ کوئی ہندو کھان پان نہ کرے۔ اور جن لوگوں نے مسلم ملکانوں سے کھان پان کرلیا ہے۔ اور شدھی والوں سے مل گئے ہیں۔ اُن سے ہر قسم کا قطع تعلق کیا جائے۔

شُدھی کے بخیے اُدھڑ گئے

اُدھر پنچایتوں نے ملکانوں کو ہوشیار کردیا۔ اور وہ ہندوؤں سے

دور ہوگئے۔ ادھر احمدی مجاہدین کی کوششوں سے یہ لوگ اسلام سے واقف ہوکر مسلمانوں کے نزدیک ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔

جاء الحق وزھق الباطل

ملکانے شدھی سے تائب ہوکر مسلمان ہونا شروع ہوئے۔ چنانچہ موضع اسپار کے مرتدین شدھی سے توبہ کرکے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھکر پھر اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور اپنے مسلم رشتہ داروں کے ساتھ حقہ پیا۔ کھانا پان کیا۔ اور باہمی ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیں یہ وہ گاؤں ہے۔ جہاں ہمارے ایک معزز مبلغ جناب مولوی غلام رسول صاحب پر مرتدین نے آریوں کی شہ پر حملہ کیا تھا۔ اور پھر اُن کو عدالت سے سزائیں ملی تھیں۔ آخر حق غالب آیا۔ باطل کو شکست ہوئی۔

اسی طرح موضع انور کے ملکانے جو سب سے پہلے مرتد ہوئے تھے اور جن کی تعداد ۲۲۵ تھی۔ احمدی مجاہدین کی مساعی جمیلہ سے ۱۷۔۱۸۔اکتوبر ۲۳ء کو شدھی کا طوق گلے سے اتارکر جناب امیر المجاہدین صاحب کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ چونکہ یہ گاؤں آریوں کی نقل و حرکت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس لئے آریوں کو سخت نقصان پہنچا۔ آریوں نے اس موقع پر ہر قسم کا رُعب دکھاکر ملکانوں کو اسلام سے تائب کرنے کی کوشش کی۔ کئی ملکانیوں کو مارا پیٹا۔ ایک دو کو کوٹھڑیوں میں بند کردیا۔ مسجد میں آکر مبلغین کو اور مسلم ملکانوں کو گالیاں دیں۔ اور اردگرد کے علاقہ سے آریوں کے ایجنٹوں نے دو صد لوگوں کو جمع کرکے دباؤ ڈالا۔ احمدی جماعت کی طرف سے اس وقت صرف بیس آدمی موجود تھے۔ چونکہ آریہ فساد پر آمادہ تھے۔ اس لئے تھانہ میں اطلاع دی گئی۔ اور پولیس کا انتظام کیا گیا۔

آریہ لوگ باوجود ہزار کوشش کے ناکام رہے۔ اور ملکانے اسلام پر قایم رہے۔ چونکہ آریہ لوگ ایسے واقعات کا بڑی دلیری سے انکار کر دیا کرتے تھے۔ اور اخبارات میں شایع کرا دیتے تھے۔ کہ احمدی غلط کہتے ہیں۔ کوئی شدھی شدہ مسلمان نہیں ہوا۔

اس لئے اس موقعہ پر ان ملکانوں کا جو مسلمان ہوئے تھے ایسی حالت میں جب کہ وہ اپنے مسلم رشتہ داروں سے کھان پان کر رہے تھے۔ فوٹو لیلیا گیا۔

مورچہ بیر پور

موضع بیر پور ضلع فرخ آباد میں واقع ہے اور سارے کا سارا ملکانوں کا گاؤں ہے۔ آریہ لوگ یہاں بھی پہنچے۔ ایک ہاتھی لے گئے کچھ روسا بھی ہمراہ گئے۔ غریب ملکانے اُن کے دہوکے میں آ گئے۔ آریہ پنڈت ان سب کو لے کر ایک مکان میں گھس گئے۔ اور اندر سے زنجیر لگا دی۔ اور ایک کاغذ پر سب کے انگوٹھے لگانے لگے۔ عین اس وقت جب کہ بھولے بھالے ملکانے شدھی کے گڑھے میں گرنے کو تیار تھے۔ باہر سے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پنڈت جی سمجھے کہ کوئی اپنا ہی آدمی ہوگا۔ فوراً دروازہ کھول دیا۔ مگر چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ حواس باختہ سے ہو گئے۔ کیونکہ یہ دو احمدی مجاہد تھے۔ گلے میں جھولا۔ کندہوں پر لٹیا ڈوری۔ ہاتھوں میں لمبی لمبی چھڑیاں۔ پنڈت جی دیکھتے ہی تاڑ گئے کہ یہ قادیانی ہیں۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور بلا پوچھے دروازہ کھولنے پر پچھتانے لگے۔ چند منٹ کے سکتہ کے بعد سنبھل کر اور کڑک کر بولے۔ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔

احمدی مجاہدین۔ اپنے بھائیوں کو بچانے کے لئے۔
پنڈت۔ کون بھائی۔
احمدی مجاہدین۔ یہی جن کو آپ اندر لئے بیٹھے ہیں۔ اور خفیہ خفیہ بہکا رہے ہیں۔
پنڈت۔ اگر جان کی خیر چاہتے ہو۔ تو چپکے سے چلے جاؤ۔ ہم جانتے ہیں تم قادیانی ہو۔
احمدی مجاہدین۔ پنڈت جی ذرا ہوش کی دوا کرو۔ ہم کوئی چڑیاں تو نہیں جو آپ کے بات کرنے سے اڑجائیں گی۔ ہم لوگ دہرم کے معاملے میں جان کی پروا نہیں کرتے۔
پنڈت۔ چپ رہو ہم لوگ تمہارا ابھی مزاج درست کردیں گے۔
احمدی مجاہدین۔ ہم لوگ پیش قدمی نہیں کیا کرتے لیکن اگر تم میں سے کسی نے ہاتھ اٹھایا۔ تو دیکھ لینا کیا ہوتا ہے۔
یہ شور سن کر تمام ملکانے اٹھ کر دروازے کی طرف آگئے۔ اور آریہ لوگ بھی جمع ہوگئے۔ ملکانوں نے کہا پنڈت جی رہنے دو نہیں۔ ان کی بھی سننے دو۔ یہ کیا کہتے ہیں۔
احمدی مجاہدین۔ ہم آپ لوگوں کو یہ کہنے آئے ہیں کہ آریہ لوگ آپ کو غلط باتیں بتا کر شدھ کرتے ہیں۔ تمہارے بھائیوں نے فرخ آباد شہر میں ایک بھاری پنچایت مقرر کی ہے۔ اس میں تم بھی شامل ہونا۔ جو برادری فیصلہ کرے اُسے منظور کرنا۔ اگر برادری شدھی ہونے کا مشورہ دے تو بیشک ہو جانا۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر اپنی برادری کی صلاح کے بغیر شدھ ہونا ٹھیک نہیں۔

اب تو سب ملکانے کہنے لگے۔ کہ یہ بات بہت ٹھیک ہے ابھی ہم شدھ نہیں ہوتے۔ پنچایت کا فیصلہ دیکھ کر ہونگے۔ پنڈت جی ابھی آپ چلے جایئے پھر ہم آپ کو اطلاع کریں گے۔ اس پر آریہ پنڈت بہت حیران ہوئے۔ اور احمدی مجاہدین پر دانت پیسنے لگے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ جبراً و قہراً ناکام واپس ہوئے۔ اور بادل ناخواستہ غم و غصہ میں اپنا ساز و سامان لپیٹا کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

کارزار شُدھی سے شردہانند جی کی علیحدگی

یہ تو معلوم ہی ہو چکا ہے۔ کہ شردہانند جی خود چیلنج دے کر مقابلے سے کس طرح بہانہ کر کے گریز کر گئے۔ اب جب لالہ صاحب نے دیکھا کہ شدھی کا چرخا ڈھیلا پڑ گیا ہے اور ملکانے خبردار ہو گئے ہیں۔ اور جو شدھ ہوئے بھی ہیں وہ نیم دروں نیم بروں ہی رہتے ہیں۔ نہ وہ اپنے مسلم رشتہ داروں کو چھوڑتے ہیں۔ نہ ہندو قوم اُن کو اپنے ساتھ ملاتی ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں شدھی کی حقیقت کھل چکی ہے۔ اور اب روپیہ پیسہ بھی نہیں آتا تو میدان اشدہی سے ہٹ گئے۔ اور اس کام سے بالکل دستبرداری اختیار کر لی۔ چنانچہ اخبارات میں یہ اعلان کرا دیا۔

"شدھی کا کام اس وقت پورے زور سے چل رہا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس میں حایل نہیں ہو سکتی۔ ... شدھی ہندوؤں کا قدرتی اور پیدایشی حق ہے۔ اس پر ہندوؤں کو کاربند رہنا چاہیئے۔ میری صحت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ شدھی جیسے

اہم اور ضروری کام کو اسی شوق سے کئے جاؤں۔ میرا دل ہمیشہ
کارکنوں کے ساتھ رہے گا۔"

چلو فیصلہ ہو گیا۔ لالہ جی بھی کھسکے۔ لیکن خوبی یہ ہے کہ بھاگنے کے لئے کیا عمدہ بہانہ تراشا ہے۔ صحت اجازت نہیں دیتی۔ کم بخت صحت نے بھی عین شکست کے موقعہ پر جواب دیا۔ افسوس رسی جل گئی۔ پر بل نہیں گیا۔ ظاہر یہی کرتے ہیں۔ کہ شدھی زور شور سے جاری ہے۔ تاکہ آپ کی بزدلی پر پردہ پڑ سکے

پھر لالہ صاحب فرماتے ہیں۔ شدھی ہندوؤں کا پیدائشی اور قدرتی حق ہے۔ کیا کہنے ہیں اس حق کے۔ کوئی لالہ صاحب سے پوچھے کہ جب منو جی نے آریہ جاتی کے چار ورن قایم کئے تھے اس وقت آپ کہاں تھے۔ کیا بیچارے شودروں کو شدھی کا حق نہیں تھا۔ ان کو کیوں ذلت میں رکھا گیا۔ اُن کو شدھ کر کے کیوں نہ ہندو حقوق دیئے گئے۔

لالہ صاحب کی یہ باتیں حقیقت کو پوشیدہ نہیں کر سکتیں ناک کو سیدھا ہاتھ نہ لگایا سر پر سے گھما کر لگا دیا۔ آخر شردھانند جی اپنے منہ سے تھوڑا ہی کہہ سکتے تھے کہ میں ہار گیا۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ شدھی کے سالار اعظم نے شکست فاش کھا کر میدان سے پیٹھ دکھائی۔

ساتویں منزل

اختتامِ جنگ

نفع۔ نقصان

شدھی کا زور شور کم ہو گیا۔ آریہ منتریوں کے نشے اتر گئے۔ آہستہ آہستہ میدان صاف ہونے لگا۔ شردھانندجی بے دم ہو کر شدھی سے علیحدہ ہو گئے۔ واقعات و حالات نے ہمیں بتا دیا کہ اس مذہبی جنگ میں آریہ سماج کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ جس کی تفصیل کسی قدر نیچے درج کی جاتی ہے۔

معزز سناتن دھرمی آریوں سے بیزار ہو گئے۔ کیونکہ آریہ سماج نے چھوٹے چماروں کو شدھ کرنا شروع کر دیا۔ جن کو سناتنی ہرگز ہرگز ہندو جاتی میں ملانا نہیں چاہتے تھے۔ پھر شدھی کے نتائج میں ملک میں جو خطرناک فساد ہوئے اُن سے آریہ سماج سخت بدنام ہو گئی۔ اور آریوں کی اخلاقی حالت کمزور ہو گئی۔ پھر قوم کا لاکھوں روپیہ کارزار شدھی میں ضائع کر کے بھی نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ جس کا اقرار خود ہندو اخبارات نے کیا۔ پھر بڑے بڑے معزز لکھپتی آریوں نے کوڑی کوڑی کے ملکانوں کے سامنے ناک

رگڑے اور ہاتھ جوڑے۔ جس سے آریہ جاتی کی بہت ذلت ہوئی۔ اس بات کا اقرار بھی آریہ اخبارات نے کیا ہے۔ پھر جس قدر شدھی ہوئے وہ یا تو واپس مسلمان ہو گئے۔ یا برائے نام اشدھ رہے۔ جن کو ادھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بہت فوائد پہنچے۔ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو گئے۔ تبلیغ دین کا اُن کو خیال ہو گیا۔ اور جس قدر ملکانے مرتد ہوئے اُس سے کئی گنے ہندو اسلام میں داخل ہو گئے۔ آریوں کے اپنے بیان کے مطابق کل ۱۸۰ مواضعات شُدھ ہوئے۔ اگر اُن کا یہ بیان بے کم و کاست درست سمجھا جائے۔ تو ستر ملکانے فی گاؤں کے حساب سے ۱۸۰ مواضعات کی آبادی ۱۲۶۰۰ ہوتی ہے۔ گویا آریوں نے اس قدر بے شمار روپیہ خرچ کر کے اور اس قدر تکالیف اٹھا کر اور ایڑی چوٹی تک زور لگا کر ۱۲۶۰۰ ملکانے شدھ کئے۔ لیکن دراصل اتنی تعداد شدھ ہوتی نہیں۔ کیونکہ یہاں کے دیہاتوں میں مسلم ملکانے بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔ ہر ایک گاؤں میں صرف پانچ چھ گھر ہوتے ہیں۔ اور چند دیہات ایسے ہیں جن کی آبادی سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پس ہمارے اندازے کے مطابق صرف پانچ چھ ہزار ملکانے شدھ ہوئے ہونگے۔ اس سے زیادہ نہیں کیونکہ اول تو تمام یو۔ پی میں ہی مسلمانوں کی تعداد ۱۴ فی صدی ہے۔ پھر اس میں بھی زیادہ مسلمان شہروں میں آباد ہیں۔ دیہاتوں میں بہت ہی کم تعداد میں مسلمان بستے ہیں۔ پس ۱۲۶۰۰ ملکانے ہرگز شدھ نہیں ہوئے۔ لیکن اگر یہ تعداد صحیح تسلیم کی جائے تو بھی آریہ دوست گھاٹے میں ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی مختلف انجمنوں نے مقابلہ کر کے پھر ہزاروں کو مسلمان بنالیا۔ اور جو شدھ رہ بھی گئے وہ ادھر ہیں رہے۔ نہ ہندو نہ مسلمان پھر میدان ارتداد کے باہر ہزاروں ہندو اپنے آبائی مذہب کو خیرباد کہہ کر اسلام

میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ ایک غیر جانبدار شخص الہ آباد ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ڈانیل نے ضلع مراد آباد کے گزیٹ سے یہ اقتباس کیا ہے۔ کہ صرف اس ضلع میں ایک سال میں بارہ ہزار ہندو مسلمان ہو گئے۔

نور افشان اخبار ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء

اب غور کیجئے صرف ایک ضلع میں ایک سال کے اندر اتنے ہندو مسلمان ہو گئے ہیں۔ جتنے آریوں نے ڈیڑھ سال میں میدان ارتداد کے وسیع علاقہ میں لاکھوں روپے خرچ کر کے مُرتد کئے۔ اور اگر ہندوستان کے دیگر اضلاع و علاقہ جات کے نومسلموں کی تعداد بھی ملائی جائے تو ایک سال میں ایک لاکھ تک شمار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صرف احمدیہ جماعت کے ذریعے سالانہ ہزاروں ہندو مُسلمان ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں صرف پنجاب کے اندر دو ہزار سکھ مسلمان ہو کر اس جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ دیگر اقوام کی تعداد علاوہ بریں ہے آریہ لوگ یقیناً شدھی کے معرکہ میں ناکام رہے۔ ایک معزز ہندو شدھی کے متعلق ایک لطیفہ لکھتے ہیں۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

آریہ بھائیوں نے شدھی تو شروع کردی۔ مگر اس سے اُن کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسلمان بھی بیدار ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے بھی چاروں طرف ہندوؤں کو مسلمان بنانا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے خیال میں اتنے شدھ نہیں ہوئے۔ جتنے ہندوؤں سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر بالفرض کوئی بھی ہندو مسلمان نہ ہوا ہو۔ اور آگرہ متھرا وغیرہ کے کُل ملکانے بھی جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار ہوگی۔ شدھ کر لئے گئے ہوں جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ تو بھی آریہ دوست گھاٹے میں ہی ہیں۔ کیونکہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری

میں آریہ شمار کنندوں نے تقریباً پچاس ہزار مسلم ملکانوں کو اُنکے ہندوانہ ناموں کیوجہ سے ہندو لکھادیا تھا۔ اب مردم شماری میں مسلمان ہوشیار ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ دہوکا نہیں چل سکتا۔ اور وہ پچاس ہزار مسلم ملکانے جو ہندو لکھے گئے تھے مسلمان لکھے جائیں گے۔ اس لئے ٹوٹل برابر رہے گا؛

غرض آریوں کو ہر پہلو سے اس جنگ میں نقصان رہا۔ اور اس نقصان کو آریوں نے بھی خوب محسوس کیا۔ چنانچہ ملاپ اخبار آریوں کی ناکامی کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کرتا ہے

"گاؤں میں گھومتے ہوئے معزز گھرانوں کے سویم سیوکوں اور بے غرض کام کرنے والوں کو دو دو کوڑی کے آدمیوں کو ہاتھ جوڑ جوڑ کر منتیں کرکے سمجھانا پڑا۔ مگر ٹھاکر صاحب بجائے نمسکار کرنے کے الٹی سیدھی گالیاں سنانی شروع کردیتے ہیں۔ گاؤں گاؤں میں پارٹیاں موجود ہیں۔ دوڑ دہوپ کرکے ایک پارٹی کو شدھی کے حق میں کردیا جائے۔ تو دوسری بگڑ بیٹھتی ہے۔ اگر دونوں موافق ہوجائیں تو پھر کھان پان کا اڑنگا کھڑا کردیا جاتا ہے۔ سویم سیوک بھوکے پیاسے دہوپ اور لو سے جھلسے ہوئے جب لوگوں کے دواروں پر پہنچتے ہیں تو چمار اور عیسائی کہکر دہتکار دیئے جاتے ہیں"

(ملاپ ماہ اگست)

اس بیان سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اول ہندو قوم کے معززین نے شدھی کے لئے کوڑی کوڑی کے ملکانوں کے سامنے ہاتھ جوڑے مگر جواب میں گالیاں سنیں۔ دوسرے یہ کہ ہندو ٹھاکر شدھی شدہ سے کھان پان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ تیسرے ملکانوں نے اور ٹھاکروں نے آریہ سیوکوں کو چماروں کی طرح سمجھا اور اپنے دواروں سے

دھتکار بتائی۔ پس آریوں نے خود ہماری تائید کردی۔ کیونکہ ہم پیچھے کتاب کے اندر یہی لکھتے آئے ہیں۔ کہ ملکانہ لوگ شدھی کی حقیقت سمجھ کر شدھ نہیں ہوئے اور نہ خوشی سے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ تو شدھی کو دھتکارتے ہی رہے ہیں۔ ابتداءً آریوں نے مکروفریب سے اس قوم کو شدھ کیا ہے۔ اور بعض کو زبردستی۔

شکست خوردہ دشمن کی آخری چال

اور غیر احمدی عُلماء

جنگ میں جب ایک فریق بالکل ہار جاتا ہے اور اپنے مدمقابل کا کچھ نہیں کر سکتا تو بری طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ طرح طرح کی چالیں چلتا ہے۔ کبھی اپنے مخفیہ پراپگنڈے سے پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی کسی تیسرے گروہ کو اکسا کر اپنے دشمن سے لڑا دیتا ہے تا کہ اس کی طاقت بٹ کر کمزور ہو جائے۔ کبھی اپنی نقل و حرکت کو بظاہر بند کر کے دشمن کو دھوکہ دیتا ہے۔ غرض سو سو تدبیریں کرتا ہے۔

ایسا ہی ہمارے شکست خوردہ دشمن نے بھی کیا۔ چنانچہ اپنے اخبارات میں غیر احمدی مولویوں کو اکسانا شروع کیا۔ کہ دیکھو یہ قادیانی تو ملکانوں کو احمدی بنالیں گے۔ احمدیوں نے فتنہ ارتداد کی آڑ میں اپنی تبلیغ شروع کی ہے۔ مولویوں سے احمدی جماعت کے خلاف فتوے طلب کر کے شائع کئے اور ملکانوں کو کہا کہ احمدی تو خود مسلمان نہیں تمہیں کیا اسلام سکھلائیں گے

اس وقت احمدی جماعت کے علاوہ بعض اور مسلمانوں کی انجمنیں بھی کام کرتی تھیں۔ مثلاً جمعیۃ العلما۔ رضائے مصطفےٰ۔ خدام الصوفیہ۔ دیوبندی وغیرہ۔ ان سب جماعتوں کو احمدیوں سے یوں تو عقیدتًا اختلاف تھا ہی مگر یہاں پر وہ اختلاف بغض وحسد کا رنگ پکڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب لوگ احمدیوں کی کامیابی دیکھ کر دل ہی دل میں جل رہے تھے۔ کیونکہ احمدیوں نے بہت سے دیہات کو غار شدھی سے نکال کر دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔ اس لئے تمام ملک میں اُن کی تعریف ہونے لگی چھوٹے بڑے۔ ناخواندہ۔ تعلیم یافتہ سب کے سب احمدی جماعت کے بے نظیر کام پر حیرت زدہ ہو کر تحسین و آفرین کہنے لگے۔ جہاں دیکھو احمدی جماعت کی فتوحات کے چرچے۔ جہاں سنو احمدی بہادروں کے کارنامول کا ذکر۔

غیر احمدی علما خصوصًا دوسری وہ انجمنیں جو احمدی جماعت کے پہلو بہلو میدان ارتداد میں کام کر رہی تھی۔ کب یہ تعریف سُن سکتی تھیں۔ فورًا سختی سے مخالفت شروع کر دی اور مولوی لوگ احمدی مجاہدین کے خوشگوار نتائج پر پردہ ڈالنے لگے اخبارات میں احمدی جماعت کے کام کو بدنما صورت میں پیش کرنے لگے۔ مخالفت میں اس قدر اندھے ہو گئے۔ کہ وقت کی نزاکت کو بھی نہ دیکھا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہ جنگ آریوں سے ہے۔ الٹا آریوں کے چیچے ہیں آ گئے۔ اور ہنج پا ہو کر احمدی مجاہدین کو آریوں سے بھی زیادہ دکھ دینے لگے۔

انجمنوں نے اپنے مبلغین کو اشارے کر دیئے کہ جہاں کسی احمدی مبلغ کو دیکھو گاؤں سے نکلوا دو۔ تمام علاقہ ارتداد میں مخالفت

کی آندھی چل پڑی۔

آہ۔ دشمن کے مختلف گروہ تو اپنے مابینی تعلقات کو اس قدر متحد کر کے اسلام پر حملے کریں۔ کہ اپنے اختلافی مسایل کو بالا۔ئے طاق رکھ دیں۔ مگر مسلمان عین جنگ کے درمیان سنی، شیعہ، اہلحدیث، احراری کے جھگڑے لے بیٹھیں۔ حالانکہ سناتنی، آریہ، جینی، بدھ وغیرہ فرقوں میں اصولی طور پر اختلاف ہے۔ سناتنی اگر ویدوں کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ تو جینی ویدوں کو ردی کا طومار سمجھ کر جلانے کے قابل سمجھتے ہیں۔ مگر اسلامی فرقوں میں تو فروعی اختلاف ہے۔ سب کا خدا ایک رسول ایک۔ کعبہ و کلمہ ایک۔ کتاب ایک۔ نماز روزہ وہی۔ حج زکوٰۃ وہی۔ مگر آپس میں اس قدر بیزاری کہ توبہ ہی بھلی۔

آریہ اپنے مختلف فرقوں کو ایک جگہ جمع کر کے تن من، دھن سے اسلام کو ہی پیس ڈالنے پر آمادہ۔ مگر مسلمان آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنے پاؤں کلہاڑی مارنے کو تیار۔

سب سے پہلے مولویوں نے یہ کیا۔ کہ جس گاؤں میں احمدی مبلغ بیٹھا۔ اس میں آپ بھی جا بیٹھے۔ اور اپنی طاقت کو آریوں کے خلاف خرچ کرنے کی بجائے احمدیوں کے خلاف صرف کرنے لگے۔ اور لوگوں کو کہنا شروع کیا کہ یہ قادیانی تو کافر ہیں۔ خدا اور رسول کو نہیں مانتے اُن کا مذہب دوسرا ہے۔

اگر کوئی گاؤں احمدی مجاہدین کی کوششوں سے شدھی سے تائب ہو کر واپس اسلام میں داخل ہوا تو وہاں جا کر کہا کہ قادیانی تو آریوں سے بدتر ہیں اُنکے ذریعہ تم کیوں مسلمان ہوئے۔

پھر اس قدر جھوٹے الزام لگائے گئے کہ خداہ کی پناہ۔ کہا گیا کہ قادیاں میں ایک جھنڈا ہے۔ اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ مرزا صاحب نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اپنے تئیں رسول اللہ صلعم سے بڑا سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ) قادیانی پانچ نمازیں نہیں پڑھتے۔ یہ انہا حج قادیاں میں کرتے ہیں۔ ان کو گورنمنٹ سے روپیہ ملتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کے ایجنٹ ہیں۔ ان کے پاس روپیہ بنانے کی مشین ہے یہ ملکانوں کو روپیہ دے کر اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ یہ لڑکوں کو بھگا لے جائیں گے۔ اب تو بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ پھر اُن کے اخراجات کا دعویٰ کر دیں گے قادیانی آریوں سے ملے ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض اس قسم کے مغالطے بھولی بھالی قوم کو دینے لگے۔ جھوٹ اور فریب میں آریوں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور خدا کا خوف دل سے بالکل نکال دیا۔

جب آریوں نے دیکھا کہ ہمارا جادو چل گیا۔ اور مولوی لوگ ہمارے بھرے میں آگئے۔ اور مسلمانوں کی باہمی لٹھ بازی ہونے لگی۔ تو پھر سر نکالا۔ اور شدھی کا راگ گانے لگے۔ اب احمدی مجاہدین کو دو طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آگے آریہ اور پیچھے مولوی۔

مگر دنیا مطالعہ کر چکی ہے۔ کہ یہ جماعت مصائب و مشکلات سے گھبرانے والی نہیں۔ دونو فریقوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آریوں کو بھی اشتہاروں ٹریکٹوں کے جواب دیئے۔ مولویوں کے بھی دیئے آریوں سے بھی مناظرے کئے۔ مولویوں سے بھی تیار رہے۔ شدھی سے بھی لوگوں کو بچایا۔ تیرھویں صدی کے مولویوں کے فتنہ سے بھی بچایا۔ بچوں کو تعلیم بھی دی۔ اُن کی تربیت بھی

کی۔ آخر وہ وقت آ گیا۔ کہ مولوی صاحبان بھی اپنی کوششوں میں ناکام رہے جوں جوں پبلک پر اُن کے جھوٹ کھلتے گئے۔ احمدیہ مجاہدین کو کامیابی ہوتی گئی۔ معزز لوگ سلسلے کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے۔ چاروں طرف احمدیت کا چرچا ہونے لگا۔ اور سعید روحیں صداقت کے دائرہ میں آنے لگیں۔ مولوی لوگ کچھ تو گھروں میں بیٹھ رہے۔ کچھ بالکل خاموش ہو گئے۔

احمدی مجاہدین کے کارہائے نمایاں

احمدیت کی کامل فتح

دوست و دشمن کا اقرار

احمدی مجاہدین کے کارنامے کچھ ایسے نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ اور آریہ مشنریوں نے کچھ ایسی بُری طرح شکست کھائی اور اس قدر ذلت اُٹھائی کہ خود انصاف پسند آریوں نے اس کا اقرار کیا۔ اس کے علاوہ معزز لوگوں نے جن کا تعلق احمدیہ جماعت سے کچھ نہ تھا۔ احمدی مجاہدین کا لوہا مانا۔ ہم نیچے مختصر طور پر چند شہادات درج کرتے ہیں۔ جو ملک کے اخباروں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں۔

جناب چودھری نذیر احمد صاحب وکیل جے پور ایک معزز راجپوت ہیں آپ نے شدھی میں اپنی طاقت سے بڑھکر کام کیا۔ ۱۳۔ اپریل سنہ ۲۳ء دہلی جامع مسجد میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

میں نہ خود احمدی ہوں نہ میرا کوئی رشتہ دار احمدی ہے۔ لیکن اُنکے کام کا طریق اُن کی سرگرمی اور اُن کے اخلاص اور ان کی تن دہی اور جفاکشی سے کام کرنے کی حالت کا اندازہ کرکے میں مجبور ہوں کہ تمام اہل اسلام

کہوں۔ کہ وہ اُن حضرات کی مخالفت چھوڑ دیں۔ .... اُن کا طرز تبلیغ خاص طور پر ایسا ہے کہ آریہ اُن کے مقابل پر ٹھیر ہی نہیں سکتے۔ ...... اس وقت احمدی جماعت قادیان کے ۶۲ مبلغ کام کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف ہماری انجمنوں کے مبلغ ۵۵ کی تعداد میں وہاں گئے تھے جن میں سے اکثر شب برات کے حلوے کھانے اور عرس کرنے کے لئے واپس آچکے ہیں۔ اور باقی جو ہیں وہ رمضان میں گھر پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

پھر سید آغا حیدر صاحب وکیل سہارن پور اخبار ہمدم لکھنؤ میں ۶ اپریل ۱۹۲۳ء کو تحریر فرماتے ہیں۔

"راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے اور اسی فرقے میں ہمیشہ رہا ہے۔ مرزا صاحب (خلیفۃ المسیح ثانی) نے اپنی جماعت سے پچاس ہزار روپیہ اور ایک سو واعظ طلب کئے۔ ایک ماہ کے اندر اندر ایک سو چالیس واعظ اور کثیر رقم جمع ہو گئی۔ قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملے میں قابل تحسین ہے۔ دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی اسی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔

راقم آغا حیدر وکیل از سہارنپور

ہمعصر زمیندار لاہور ۹۔ اپریل ۱۹۲۳ء کو لکھتا ہے۔

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص جس ایثار جس جوش اور جس ہمدردی سے کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔ یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ مجلس نمایندگان تبلیغ کے فیصلہ انقطاع سے ان کی مخلصانہ کوششوں پر کوئی بُرا اثر نہیں ڈالا ہے۔ وہ ہر جگہ بدستور سرگرم حفظ و دفاع ہیں۔

ہمعصر وکیل ۳ ۔ مئی ۲۳ء کو اپنے لیڈنگ آرٹیکل میں لکھتا ہے۔ جس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے ۔

"احمدی جماعت کا طرز عمل اس بات میں نہایت قابل تعریف ہے ۔ جو باوجود چھیڑ چھاڑ کے محض اس خیال سے کہ اسلام چشم زخم سے محفوظ رکھا جاوے ۔ ان خانہ جنگیوں کے انسداد کی طرف خود مسلمانوں کے لیڈروں کو توجہ دلاتے ہیں ۔ اور ہر طرح سے کام کرنے کو تیار ہیں ۔ . . . . ہم علی وجہ البصیرت اعلان کرتے ہیں کہ قادیان کی احمدی جماعت بہترین کام کر رہی ہے ۔

نور علی گڈھ ۳ ۔ مئی ۲۳ء

"اب تک جتنی انجمنوں نے اس کار خیر میں قدم رکھا ہے ۔ ان سب میں سے اعلیٰ کام قادیانی جماعت کا ہے"!

ہمعصر روزگار آگرہ یکم مئی ۲۳ء میں لکھتا ہے ۔

"فتنہ ارتداد جس کی آگ . . . . سوامی شردھانند جی نے لگائی ہے ۔ اس کے انجام کی نسبت ایک بزرگ قابل قدر کی پیشگوئی ہے ۔ کہ اسلام کی آیندہ ترقی ہوگی ۔ جو یقیناً راست ہوگی . . . . اس میں شک نہیں کہ جتنے وفد اور جس قدر واعظ اور ہمدردان اسلام کوشاں ہیں ۔ اُن میں سب سے بڑھا ہوا نمبر جماعت قادیان کا ہے ۔ جس کے مواعظ ہر قسم کے مصائب اور مصارف برداشت کر کے مصروف کار ہیں ۔ بے حد قابل شکر گذاری کے ہیں ۔ لیکن افسوس یہ کیسا برتاؤ ہے کہ فرضی یا اصلی خلافت کے حامیان کی جماعت جو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی گہری پسینے کی کمائی

سے باون لاکھ وصول کر کے ٹھکانے لگا چکی ہے۔ وہ واقعات فتنہ ارتداد دیکھتے ہیں اور خاموش ہیں۔

احمدی مجاہدین کے معزز معاونین

جناب راجہ ہادی یار خاں صاحب

آپ کوسمہ ضلع مین پوری کے رئیس ہیں۔ بلند قامت، جسیم، چہرہ پر رعب، نہایت خلیق، اور ہمدرد انسان ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے بھی نہایت شرافت اور ہمدردی سے ملتے ہیں۔ اور ہر قسم کی مدد دینے کو تیار رہتے ہیں۔ آپ اچھوتوں کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ احمدی مجاہدین کی آپ نے ہر طرح امداد فرمائی۔ اور غیر احمدی مولویوں کی مطلقاً پرواہ نہیں کی۔ اور دلیرانہ جلسوں اور پنچایتوں میں شامل ہوتے رہے۔ آپ احمدی مبلغین کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ خاکسار کیساتھ آپ کو خاص طور پر محبت ہے۔

جناب چودھری نذیر احمد خاں صاحب

آپ جے پور میں وکالت کرتے ہیں۔ اور ایک شریف راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں سنسکرت کے عالم ہیں۔ اور کام میں نہایت ہوشیار اور پھرتیلے آپ نے احمدی مجاہدین کو دلی مسرت سے خوش آمدید کہا۔ اور خوب آؤ بھگت کی۔ آپ نے کالدز ارشدھی میں بہت کام کیا ہے۔ ملکانہ قوم کے ارتداد کا غم آپ کو بہت ہوا۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ آریوں کا مقابلہ احمدی جماعت ہی

کر سکتی ہے دوسری انجمنوں کو اس کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے آپ ۱۹۲۳ء کے سالانہ جلسہ پر قادیان بھی پہنچے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ خاکسار سے آپ کو گہری دلچسپی ہے۔

جناب نواب امیر علی خاں صاحب

آپ فرخ آباد کے رئیس اعظم ہیں۔ سال خوردہ اور جہاں دیدہ انسان ہیں۔ اور قوم کے راجپوت ہیں۔ اسلام سے محبت رکھتے ہیں آپ نے احمدی مجاہدین کی خاطر مدارات فرمائی۔ اور اگرچہ شہر میں ایک شخص آل نبی نے احمدی مجاہدین کے خلاف سخت اودھم مچا رکھا تھا۔ اور ایک گنڈہ پارٹی کو غریب الوطن احمدی مبلغین کے پیچھے لگا چھوڑا تھا۔ اور بعض بیچارے مبلغوں کو مار پیٹ بھی ہو چکی تھی۔ غرض شہر بھر میں مخالفت کی آگ لگ رہی تھی۔ مگر آپ نے کبھی کسی مخالفت میں حصہ نہیں لیا۔ آپ کو بھی خاکسار سے لگاؤ ہے۔

جناب مشرف علی خاں صاحب نائب الریاست

آپ نواب صدیق حسن خاں صاحب آف بھوپال کے صاحبزادے نواب علی حسن خاں صاحب کی طرف سے نائب ہیں۔ قد لانبا جسم کے بھاری اور ایک وجیہ انسان ہیں۔ اسلام کے سچے ہمدرد ہیں ملکانہ شدھی نے آپ کے دل پر ایک بھاری صدمہ پہنچایا۔ آپ کو یہ خیال ہر وقت بے چین کئے رہتا تھا۔ کہ جو لوگ اشدہ ہو چکے ہیں وہ کب اور کس طرح دوبارہ مسلمان ہونگے آپ احمدی مجاہدین کو بہت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ اور غیر احمدی مولویوں نے جہاں مخالفت کی اُن کو ہر طرح سمجھایا۔ اور دبایا

اگر کوئی مولوی احمدیوں کے خلاف امداد لینے گیا تو اس کو صاف جواب دیا۔ اور مل کر کام کرنے کی نصیحت فرمائی۔ خاکسار سے آپ کو بہت ہی محبت ہے۔ جب ملتے ہیں۔ بغلگیر ہو کر ملتے ہیں۔ باوجود اتنا بڑا رئیس ہونے کے بہت ادب سے پیش آتے ہیں۔

آپ نہایت منکسر المزاج۔ شریف الطبع۔ ہمدرد اور خلیق انسان ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے بہت سے لوگوں کو فوائد پہنچ رہے ہیں۔ احمدی مجاہدین کی مشکلات میں تو اکثر کام آتے رہے ہیں۔

جناب لال خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ

آپ موضع ہاتھی پور ضلع فرخ آباد کے رئیس ہیں۔ اور آنریری مجسٹریٹ بھی ہیں۔ آپ بہت شریف اور خوش اخلاق آدمی ہیں۔ آپ کے موضع میں ہمارے مبلغ نے بہت آرام پایا۔ چونکہ آپ بھی راجپوت ہیں۔ اس لئے آپ نے ہمدردی سے ہمارا ساتھ دیا۔ اور فرخ آباد کی مخالفت کا کچھ خیال نہیں کیا۔ آپ بھی خاکسار کے دوستوں میں سے ہیں۔

جناب عبد الغفار خاں صاحب

آپ قایم گنج کے رہنے والے ہیں۔ اور جناب نواب اکبر یار جنگ ہوم سکرٹری حیدرآباد دکن کے برادر بزرگ ہیں۔ شروع میں ہی جب خاکسار ضلع فرخ آباد کی رپورٹ تیار کرنے کے لئے یہاں آیا۔ تو جناب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگرچہ پہلے بالکل واقفیت نہ تھی مگر آپنے فرض مہمان نوازی کو احسن طریق پر ادا فرمایا۔ اور یہ سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ کہ احمدی جماعت آریوں کے مقابلے پر نکل آئی ہے۔ آپ چونکہ تمام ضلع کے مواضعات سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے خاکسار کو وہ تمام گاؤں لکھا

دیتیے۔ جن میں ملکانہ قوم آباد تھی۔ اُن کے راستوں سے واقفیت بہم پہنچائی۔ اکثر دیہات کے بعض بڑے بڑے لوگوں کے نام بھی لکھائے جب سے خاکسار کا کام آدھا رہ گیا۔ آپ اگرچہ عقائد کے لحاظ سے پورے احمدی تھے۔ مگر کسی وجہ سے بیعت میں رکے ہوتے تھے۔ لیکن خدا کے فضل سے احمدی مجاہدین کے آنے کے چند ماہ بعد ہی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ بلکہ یک نشد دو شد والا معاملہ ہوا۔ یعنی ساتھ ایک معزز دوست کو بھی جماعت میں شامل کیا۔ جن کا نام نامی جناب کپتان غلام محی الدین خاں صاحب ہے۔

تمت

خاکسار محمد شفیع اسلم امیر المجاہدین

حلقہ فرخ آباد